قلندر جا طالب قلندر جي در تي

هديه ايک روپيه

جمعیت خدام عزا کا تینتیسواں یادگار تحفہ اور سیہون شریف پر دوسری کتاب

(العکم) جو کہلاے اس کو دیکھو کہنے والے پر نظر نہ کرو

لال شہباز قلندرؒ

المعروف بہ

ولی قلندرؒ

از تخلیق اے ایم اختر نگری

سابق مدیر ماہنامہ مرکز تبلیغ احمد المدارس و ممتحن ناگپور یونیورسٹی وغیرہ

تاجدار سندھ لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ علمی و عملی و تاریخی روشنی میں

دفتر جمعیت خدام عزا A ۱۳۲/۱۷ رحیم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸

قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

کتابیات

۱۔ آبِ حیات شمس العلماء آزاد اردو
۲۔ ارجح المطالب عبیداللہ بسمل امرتسری اردو
۳۔ ارژنگ چین منشی دیبی پرشاد بدایونی اردو
۴۔ تفسیر برہان عربی
۵۔ تاریخ الخلفاء عربی
۶۔ تفسیر بیضاوی ج ۳ عربی
۷۔ اخبار جنگ کراچی
۸۔ جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ عربی
۹۔ رقعات بیدل فارسی
۱۰۔ زین الفتی امام عاصمی عربی
۱۱۔ سیارہ ڈائجسٹ
۱۲۔ شرح قصیدہ بحر العلوم فارسی
۱۳۔ شافی ترجمہ اصول کافی اردو
۱۴۔ صحیح سنن المصطفیٰ ابوداؤد عربی
۱۵۔ طریق النجات فارسی
۱۶۔ طبقات الاخیار حدیث مدینہ فارسی
۱۷۔ عروۃ الوثقیٰ عربی
۱۸۔ عقد الجواہر اردو از پروفیسر ندوی
۱۹۔ غیاث اللغات فارسی
۲۰۔ قرآن شریف مترجم بدو ترجمہ شاہ رفیع الدین رح
۲۱۔ کلیات عطار فارسی نظم
۲۲۔ لغات کشوری اردو
۲۳۔ لعل قلندر از قیوم راشد
۲۴۔ مجمع البحرین لغت عربی
۲۵۔ مخلات بہاء الدین عاملی طبع مصر
۲۶۔ مفاتیح الجنان فارسی
۲۷۔ منادی دہلی
۲۸۔ میزان الطب فارسی
۲۹۔ فتاوائے مولوی عبدالحیٔ رح
۳۰۔ تفسیر سورۂ حمد

فہرست مضامین

فاتحۃ الکتاب	۴	میزان اعمال قرآنی زاویہ نگاہ	۳۵،۵۹
کناریوں میں موتی	۵	مودت ذوی القربیٰ پر چند شعر	۳۸
کثرتِ عرس	۷	نوبلیان کا دوسرا جلوہ	۳۹
آغازِ سیرت	۱۲	ایک دلچسپ مناظرہ	۴۰
مقبولیت	۱۴	پنجتن پاک	۴۲
مذہب	۲۰	لوحِ قبر کی عبارت	۴۳
قوالی کا جائزہ	۲۳	منتخب کلام	۴۴
رقص	۲۴	قبر کا دھوون (غسل شریف)	۴۸
کفر کا فتویٰ	۲۶	دوسرے پیروں پر اشارہ	۵۱
قبرستان	۲۸	ملک کے آثارِ قدیمہ	۵۳
نوبلیان کا پہلا جلوہ	۳۳	گرونانک	۶۲

وقار امام پر حملہ	۹	زیب النساء رح	۲۸
ابدال و اوتاد	۱۰	ٹھٹھہ	۳۱
برہنگی	۲۴	میزان عمل	۳۲
بحث بناتِ رسولؐ	۲۶	انگریز کی رائے	۳۲
اصلی بابائے اردو	۲۷	میاں انوار کا باغ لکھنؤ	۴۰

یا شائع یا مکین

فاتحۃ الکتاب

عزیزانِ گرامی! آپ کو اندازہ ہے کہ اس وقت مغرب زدہ نوجوان ہوں یا مشرقی خیال کے دونوں ایک ہی رفتار سے دہریت کے سنگم پر جمع ہو رہے ہیں اور اپنی منزل پر آنے میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں ان کو مذہب ایک ڈھکوسلا معلوم ہو رہا ہے اور دہریت و تحریک کی ظاہری چمک دمک سے چوندھیا کر لپکتے ہیں اور مرورِ ایام کی صائقہ ریزیوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

جمعیت خدام عزا کی پیشکش ۲۹ لال شہباز قلندر علیہ الرحمۃ شائع ہونے پر ادھر اخبار جسارت کراچی میں اس کے خلاف آرٹیکل نکلا جس کا بڑا ثمر جناب خطیب عالم اسلام حضرت علامہ رشید ترابی مدظلہ نے گزشتہ ماہ رمضان کی وعظ میں دیا ادھر جناب مولوی غلام محمد صاحب گرامی کراچی کی طرف سے سندھی میں جو کتاب شائع ہوئی اس میں ان کے اثنا عشری ہونے کو بڑی تعجب کی نظر سے دیکھا گیا کہ جن لوگوں نے اس قسم کے دعوے کئے ہیں ان پر فرض ہے کہ ان کے متعلق تحقیق شدہ سند پیش کریں تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کسی بین الاقوامی شخصیت کو اختلافی بنانا دانشمندی نہیں ہے محترم سندھی دوست مجھے تعجب ہے کہ آپ خود اپنی دکان کا مال نہیں پہچانتے ان کا اشعار کو جو آپ نے شائع کئے پھر پڑھیے اور ہم کو یہ شعر پڑھنے کا موقع نہ دیجیے:

نہ گل کا راز جانے تو نہ بلبل کی زباں سمجھے
تو پھر تیری سمجھ کو بس خدا ہے باغباں سمجھے

ولی قلندر جوابی کتاب نہیں ہے پہلے لٹریچر کے بعد ادارہ نے صرف مزید حقائق کو یکجا کر دیا ہے قوم سمجھتی تھی کہ صفویہ کا کتابچہ حاضر کرنے کے بعد ہم تہی دست ہیں مگر جس کا قلب ربِ دنی علما جتنا ہو وہ پیری میں بار لیوے کے مزید حملہ میں بھی ہمت نہ ہارا اگر یہ مستعدی نہ ہو تو ہم اپنی عنقریب عسکری تاریخ کا ایک بھی زرین باب تحریر نہ کر پائینگے

امید ہے کہ شائقین ادارہ کی دونوں کتابوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر دنیا کے چپے چپے میں پہونچائیں گے وھو حسبی ونعم الوکیل

اقل الحاج سید منظور امام زیدی صدر شعبہ
۱۱ ماہ رمضان المبارک [illegible]ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وتمام عدۃ المرسلین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ المنتجبین

پہلا مقدمہ

کنکریوں میں موتی ڈھونڈنا سہل نہیں

مسلم اکثریت کا وہ طبقہ جو ہر نئی بات کو بدعت کہتا ہے کتاب و سنت کی روشنی میں نہ تو قلندر کا وجود بتا سکا نہ اولیاء اللہ کے بے شمار تعداد میں ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت موجود ہے۔ بھارت کی راجدھانی دلّی کو یہ شرف تھا کہ وہ بائیس خواجگان کی چوکھٹ عقیدتمندوں کی زبان میں کہی جاتی تھی اور جب اس طبقے سے فہرست پوچھی تو وہاں ۱۱۲ عرس ہوتے نظر آئے اور دیوبند میں جو مسلمانوں کا علمی مرکز ہے ۱۴۴ عرس اور بنارس میں ۹۴ بریلی روہیلکھنڈ میں ۹۳ دکھن میں ۸۸ بمبئی میں ۹۶ بارگاہیں ہیں جہاں بزرگانِ دین دفن ہیں اور بیشتر حضرات اس صدی کے ہیں جن سے قریب ہونے پر ہم کو ان کی روحانیت سے آگاہ ہونا چاہئے تھا کاش جتنا روپیہ قبر پر سالانہ اجتماع میں صرف ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ نا واقف سے تعارف میں خرچ ہوتا تو ہمارا قدیم فن رجال جو سب سے پرانا علم ہے ان ناموں سے خالی نہ ہوتا۔

بیرونجات سے استفسار ہو چکا ہے کہ برتی امام کے حالات کہاں ملیں گے کتابوں کے مرکز سے دور ہوں۔ وفیات الاخیار، گلدستۂ کرامات مفتی غلام سرور

نزہتہ الخواطر، کہن حدیقتہ الاولیاء، سیر الاولیاء، قاموس الرجال شیخ انجمن آئینہ تصوف کے مطالعے سے صوفی حضرات کی زندگی معلوم ہوتی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے کمالات میں کچھ تو یقیناً مریدوں کا عطیہ و بخشش ہیں جس سے باخبر طبقہ بیزار ہے مثلاً آیہ ولایت پر بحث کرنے میں متکلمین شیعہ نے جب کہا کہ امام الاولیاء کے رکوع میں انگوٹھی دینے پر آیت اتری تو فضیلت کو یہ کہہ کر مشکوک کیا گیا کہ جمع کی ضمیر ایک شخص کے لئے استعمال ہونا صحیح نہیں حالانکہ اشدّآء علی الکفار آیہ سورہ فتح کے تحت میں اس طبقے نے آیت کے ہر ٹکڑے کو ذات واحد پر چسپاں کیا اور اس وقت یہ عذر یاد نہیں رہا نبوی حدیث حبّ الشی[1] یعمی و یصم یعنی چیزوں کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے حق دکھائی نہیں دیتا۔ صحیح آواز کان تک نہیں پہونچتی اور اس طبقے میں پوری قوم کا اجماع عظیم ہے کہ دہلی میں نظام الدین اولیاء کا مزار ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ ایک آدمی ولی تو ہو سکتا ہے اولیاء کیوں کہتے ہو؟

حاشا اس تقریر سے مجھے کسی کی عزت کم کرنا نہیں ہے صرف عقیدت کا جائزہ لیا جا رہا ہے ہم جو کہیں سمجھ کر کہیں قرآن حکیم نے یقولون ما لا یفعلون کس کی پہچان قرار دی ہے اس کو خود دریافت کرو کشمکش حیات میں مسلمان کے لئے قرآنی حکم صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنا ہے اور اسلام سیدھے راستے کا نام ہے راہ راست پر چلنے اور اس کے امتحان پر کتاب خدا میں ۳۹ مقامات ہیں جہاں زور دیا گیا ہے کہ گم راہ نہ ہو ہم طول کلام کے

---

[1] صحیح سنن مصطفیٰ ص۶۹۹ طبع کراچی

ڈر میں آیتیں نذر قرطاس نہیں کرتے یہ اعداد و شمار دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانیت سے جس عدد کا گہرا تعلق ہے وہ تو ۴۰ کا عدد ہے رب العزت نے ایک عدد کی کمی کیوں کی گہری نظر کے بعد یہ شک دور ہو جاتا ہے کہ سورۂ حمد کا نام ہے سبع مثانی یہ سات آیتیں مکرر مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئیں ہیں۔

لہذا صراطِ مستقیم کے تعارف میں چالیس آیات کی موجودگی میں مسلمانوں سے حکم فراموش کر دینے کا ڈر نہیں رہتا یہ راہ اس صورت میں طے ہوتی ہے کہ افراط و تفریط نہ ہو فرائض میں حد سے گزرنا ممنوع اور کوتاہی بھی جرم دونوں بنا ہے گناہ ہیں ایک ڈھیرے پر پوری عمر گزرے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم نہ قبر پرستی شروع کریں اور نہ مزاروں کی سربلند عمارتیں گرانے پر تیار رہوں قبر شکنی بھی زیادتی ہے درمیانی راہ ہے صراطِ مستقیم اور یہی نجات ہے۔ یہ حال تو مریدوں کا تھا اب رہے خود پیر تو وضع قطع میں بھی ان حضرات کا دستور سمجھ میں نہ آیا کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ استرے سے سر جس کا منڈا ہو وہ قلندر ہے اور کبھی کاکل رکھنا پہچان ہوئی قلندری کی ہمارے بعض علماء کو خود سازی کا احساس ہوا اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ کاکلین حرام ہیں (طریق النجات ص۳۹)

دوسرا مقدمہ

کثرت عرس

تقسیم شدہ بھارت میں عرسوں کی تعداد (۲۷۰) ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس میں سب سچے پیر نہ ہوں گے اور کچھ ذریعہ معاش کے لئے مصنوعی قبریں ہوں گی جیسا کہ ہم پاکستان میں دیکھا کرتے ہیں عہد مغلیہ کے

مشہور ادیب میرزا عبدالقادر بیدلؒ نے عاقل خاں کے نام جو خط لکھا اس میں وہ رقمطراز ہیں۔

"کاش غلط اندازیِ[1] دست بردِ شعور سے لنگوٹہ قلندری شما برمی دریدتا بآن لقب رسوائی در فکر گریبان چاک تنگ می افتا دید" یہ نظریہ تو متن کا تھا محشی لکھتے ہیں۔ اے لنگ خورد کہ درویشان بندند وقلندری منسوب بقلندران کہ فرقہ ایست از درویشان کہ فنار مطلق رسیدہ از رسم وعادت ظاہری رستہ باشند۔ لنگوٹہ وہ چھوٹی لنگی جو فقیر باندھا کرتے ہیں اور قلندری قلندر کی طرف منسوب ہے اور وہ ایک فرقہ ہے گداگروں کا جو فنا کے درجے پر پہونچا ہوا ہے اور معاشرے کی پابندی اور ظاہری رسوم سے آزاد ہے حاشیہ پر لنگوٹہ کی تعریف یہ ہونا چاہیے تھی کہ جو پہلوان ورزش کے وقت اور اکھاڑے میں باندھ کر کشتی لڑتے ہیں اس کو نیہرا بھی اردو میں کہتے ہیں۔ بیدل نے جلب منفعت والے ہی قلندروں کا ذکر کیا ہے یہ نثر تھی حافظ غلام رسول شوقؔ جن کو قرآن مجید حفظ تھا اور وہ صرف شاعر ہی نہیں بلکہ حفاظ قرآن میں بھی ان کا نام آتا ہے غالباً ذوقؔ کے ہمعصر تھے وہ کہتے ہیں[2] ؎

شیخ بگھارے شیخی اپنی مفت کے لقمے کھاتا ہے
دعدہ ملیدہ کھاتے ہیں یا مست قلندر گھی کھچڑی

یہاں تک تو ٹھیک تھا کہ شاہ عبدالرحمٰن باورچی ٹولہ لکھنؤ سے تعبر نواب سعادت علی خاں مرحوم ان کی رعیت ہوتے ہوئے نہ جائیں وہ درویش امراء وحکام کی قید سے آزاد ہیں مگر یہ کہ نماز نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں۔

---

[1] رقعات بیدل مطبع نولکشور اڈیشن سویم سنہ ۱۳۱۲ھ [2] آب حیات، ۳۴۴

واجبات سے آزادی جب سلمان و ابوذر کو نہ ملی تو فقراء کی کیا ہستی ہے کتاب و سنت میں اسی چھوٹ (استثنار) کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی ثبوت آج تک کسی قبر پرست نے پیش کیا حالانکہ جو روحانیت رکھتے تھے وہ تارک الصلوۃ نہ تھے دنیا دارا ورشکم پرور مصنوعی پیر دل کا میں ذکر نہیں کرتا۔ ہر درویش مشرکین کی بستی میں نماز چھپ کے پڑھتا تھا۔ اگر وہ منظر عام پر مصلےٰ بچھائے تو ہاتھ باندھنے اور کھولنے کی تفریق میں اس کا مقصد تبلیغ فوت ہو جائے۔

کچھ یہ کہہ کر بچے کہ ہم کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں اور کسی نے تقیۃً یہ کہا کہ ہم پر عبادات ساقط ہیں اور فنا فی اللہ کے درجے پر ہیں اس رویہ میں وہ فرقہ وارانہ بحث سے محفوظ رہے۔ ان کی سیرت پر قلم اٹھانے میں ہمارے پاس بڑا ذریعہ یہ ہے کہ انہوں نے کیا کہا اور جو کچھ فرمایا وہی ان کا ضمیر بھی تھا وہ دامن عصمت وطہارت سے ایک لمحے کے لئے جدا نہیں ہوئے۔ حالت نماز میں ستر عورتیں اس قدر ضروری ہے کہ کچھ علماء تو زانو تک کا چھپانا واجب سمجھتے ہیں محشی کا یہ کہنا کہ درویش لنگوٹ باندھتے ہیں صحیح نہیں ہے درویش بھی سب روحانیت کے درجے پر نہیں پہونچے ہیں ورنہ اکبر الہ آبادی بیدھڑک نہ کہتے ؎

فقیروں کے گھروں میں لطف کی راتیں بھی آتی ہیں
زیارت کے لئے اکثر مسماتیں بھی آتی ہیں

کچھ قبریں تو یقیناً اہلبیت رسولؐ کی عداوت میں بنائی گئیں چنانچہ علی احمد رنعت بھاولپور کے تاریخی حالات میں لکھتے ہیں یہاں ایک اور قبر بلند ٹیلہ پر ہے مشہور ہے کہ یہ حضرت امام حسینؓ کے اتالیق کا مدفن ہے اروزنامہ

جنگ کراچی ۱۸ جنوری ۱۹۸۲ء ، مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ کی مثل پوری اترتی ہے کجا مدینہ رسول کجا بہاولپور جس کا یاران طریقت نے بغداد جدید نام رکھا ہے۔ تاریخ عرب میں اتالیق کا عہدہ تشدد تحقیق ہے اخبار جنگ کے حیثیت کے خلاف اقدامات میں یہ بھی ایک اقدام ہے پیغمبر اسلام کے تمام دوستدار نوٹ کرلیں۔ لسان العصر اکبر نے وہی کہا ہے جو اقبال کا خیال ہے ؎

می شود ہر مو درازمے خرقہ پوش   آہ ازیں سوداگران دین فروش
واعظ ما چشم بربت خانہ دوخت   مفتیٔ دین مبین فتوے فروخت

تیسرا مقدمہ

ابدال واوتاد

تحقیق لفظ میں ولی پر کتاب نمبر ۹ ۲ میں بحث ہو چکی ہے مذہب اثنا عشری میں قطب اور غوث کا تو پتہ نہیں ہے جوشن کبیر پڑھنے والا ایک مرتبہ دعا پڑھنے میں سو مرتبہ انت الغوث الغوث کہہ کر مخلوق میں اس درجہ کی نفی کرتا ہے مسلم اکثریت ولی اور قطب کو ایک سمجھتی ہے چنانچہ غیاث اللغات کے ترجمے میں ہے قطب لقب اس ولی کا ہے جس کے قبضۂ اقتدار میں حکم الہیٰ سے انتظام ملکی یا شہری عالم معنوی میں مفوض ہو۔ دعای عمل ام داؤد میں حضرت امام جعفر صادق ؑ نے ابدال و اوتاد پر درود وسلام بھیجا ہے اور ان مقدس نفوس کو انبیاء و اوصیاء کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے امام پیمبروں کے علاوہ اللہ کے محترم بندوں پر صلوات کا جواز اپنی جگہ کتاب و سنت سے ثابت ہے ان سے رابطے کے بعد درود دعائے مغفرت ہو کر رہ جاتا ہے میری نظر

ناظرین کسی حدیث میں ابدال و اوتاد کی تعداد نہیں گذری مگر اغیار کی تحریر یہ ہے کہ اوتاد بمعنی میخین وتد کی جمع اور اولیاء اللہ تمام دنیا میں چار تن ہیں یہ ہمارے جلیل عالم فخر الدین بن طریح کی ذمہ دارانہ تحقیق کا اردو ترجمہ یہ ہے وہ فرماتے ہیں ابدال نیکوکار بندوں کا وہ گروہ ہے جن سے کبھی دنیا خالی نہیں رہتی جب ایک مرجاتا ہے خدا دوسرے کو قرار دیتا ہے اور آداب زفاف میں یہ حدیث بھی ہے کہ شب جمعہ کو عشاء کے بعد جنسی تعلقات کرنے والے زن و مرد کو خدا وہ اولاد عطا کرتا ہے جو ابدال میں شمار ہو سکتی ہے حدیث کی لفظیں یہ ہیں فانہ یرجیٰ ان یکون الولد من الابدال یہ وہ فرد ہیں جن کے برکات سے زمین اپنی جگہ ٹھہری رہتی ہے اور وہ سب کے سب ستر کی دیڑھی ، تعداد میں ہیں ۴۰ شام میں ہیں اور ۳۰ دوسرے مقامات پر ان میں جو مرجاتا ہے اس کی جگہ خدا دوسرے کو دیتا ہے یہ تتمہ محقق نے " وفی ق " کہہ کر غالباً قاموس سے نقل کیا ہے اور ضروری نہیں ہے کہ ہم اس تفصیل کے قائل ہوں پاک میں حسن ابدال نامی شہر سے تصدیق ہوتی ہے۔ علامہ بیضاوی بہت بڑے مفسر نے اپنی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ بقولے ابدال میں عورتیں بھی محسوب ہیں۔ واضح رہے کہ اوتاد کا تقرب بھی اسی درجہ پر ہے اس لئے کہ ارشاد باری ہے وجعل الجبال اوتادا پہاڑوں کو زمین کی میخ قرار دیا حضرت سرور دو عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی وفات پر خضر نبی نے جب تعزیت کی تو مولا سے تخاطب میں کہا کنت کالجبل لا تحرکہ العواصف ہاں خوب یاد آیا لکھنؤ کے

لہ زین الفتی تفسیر ہل اتی صـ وشافی ترجمہ کافی صـ۲ طبع کراچی لہ صـ۳۲ جلد سوم طبع مصر

سب سے بڑے مرجع خلق عالم شیخ عبدالقادر جیلانی کو فریاد رس خلق تسلیم نہیں کرتے ان کا یہ رویہ میں نے بچشم خود ان کے جوابات میں دیکھا (فتاوی عبدالحیٔ ج ا ص۵۵ یوسفی پریس طبع ۱۳۳۲ھ لکھنؤ) اور یہی مولوی نور محمد نقشبندی کی رائے ہے[1] وہ غوث و وشد کے قائل نہیں یہ درحقیقت ان پڑھ عوام کی خوش عقیدگی ہے کہ وہ حیدرآباد دکن[2] کی کمانوں پر ان سے خطاب کرکے دستگیر دیواروں پر لکھتے تھے اور وہی طبقہ کراچی پہونچکر لبوں پر اپنا سبق دہراتا ہے ہم کو ذرا بھی برا نہیں معلوم ہوتا۔ بھارت میں صبح ہوئی رام رام کی صدائیں سنتے تھے اور فتنہ و فساد کے موقعوں پر رنج بلی کی جے یہاں اللہ کے بندوں کا نام زبانوں پر آتا ہے پاکستان زندہ باد

سندھ کی بنجر اور ریتیلی زمین سیہون شریف پر میٹھی نیند سونے والا مہاجر شہباز لعل قلندر کو میں پہچنوانے نہیں بیٹھا ہوں ان کو بہت سارے لوگ اگلے زمانے کا سچا آدمی کھرا سید اور پیروں کا پیر قلندر سمجھتے ہیں ۵۳۸ھ شروع ہو چکا تھا کہ انھوں نے نجیب الطرفین سادات کے گھر میں جنم لیا کنبہ کے بڑے بوڑھوں نے دینی تعلیم دی ان کی رگ رگ میں خدا کی خدائی محمدؐ کی بادشاہی اور امامت کی کڑیوں کا نہ ٹوٹنے والا سلسلۂ مودت تھا علم کی دولت گھسیٹنے میں بچپن سے جاتی آئی عرب اور عجم کی خاک چھان کر اچھائیاں اور سکہ ڈھونڈنے میں تن من دھن کی قربانی سے مالامال ہوئے۔ آسمانی ساز کی بخشش نے علم ظاہر و باطن سے سنوا دیا۔ باپ

---

[1] قرآن مترجم بعد ترجمہ صفحہ ۶۲۱ [2] پھاٹک کو دکن میں محراب دار عمارت ہونے کے کمان کہتے ہیں

سے زیادہ شفیق استادوں نے فضیلت کی پگڑی باندھی او مٹھی کو پل تھے کر شوق تبلیغ میں گھر سے نقرستا ہوئی جہاں سنا کہ کمال کا دیا جل رہا ہے۔ پاؤں پیدل چلکر پہونچ گئے ٹمٹماتے ہوئے چراغ سے روشنی حاصل کی اور اس درجہ پر پہونچے کہ اساتذہ کو ہر شب چراغ سمجھے عرب و عجم میں جس کا آغاز حیات ہو اس کو مہاجرت کی منزل پر آنے کے بعد اردو دان امتی غیر سید جنھیں بعض نے تو پہلے پہل قلم اٹھایا ہے تصنیف کی منزل ہمالیہ سے اونچی ہے۔ نیلے پیلے رنگوں سے دلچسپی رکھنے والے جو جاہیں کہیں وہ اس ملک کا رہنے والا نہیں ہے لال قلندر سہی تم نے یہ نہ سوچا کہ یہ مرد باہمت جس جگہ سے چلا تھا وہاں اردو زبان میں ہر خ کو لال ایک بھی نہ کہتا تھا بات یہ تھی کہ لعل بدخشاں جواہرات میں سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا اور سلطنت عباسیہ کے ایک زلزلہ[1] کا یہ پس منظر تھا کہ پہاڑ شق ہو کر لعل کی کان نمودار ہوئی اور معدن سے اس طرح کا نمونہ قدرت برآمد ہوا جس کو معدنیات سے دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں۔ عثمان مروندی کی حیثیت وطن میں لعل قطبی کی تھی جس کو گرد و پیش کے عوام نے اپنے ذہنی تصور سے کبھی سرخ پوش سمجھا اور عابر سکندری نے ان کے معرعہ۔ گیے برخار می رقصم کا اپنے مقالہ[2] میں یہ مطلب سمجھا ہے کہ وہ کانٹوں پر کرد میں لے لے کے ناچتے اور لہولہان ہوتے حالانکہ اسلامی آئین میں خون کی طہارت کا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کوئی فرقہ قائل نہیں درہم بغل کے برابر خون اگر بند نہ ہوتا ہو تو نمازی مجبور ہے ورنہ حجاز سے گذرنے والا اور سندھ کے قحط آب سے جو دوچار ہو وہ خود اپنا خون بہلائے عقل میں آنے والی بات نہیں ایسے افعال کو ہنر سمجھنے والے وہی

---

[1] غیاث اللغات [2] اخبار جنگ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

کورانہ محبت اور مغربی ذہنیت رکھتے ہیں جو کسی خاتون کے دریا میں تیراکی کا
۴۸ گھنٹے تک اعلان کر کے تحسین و آفرین کی صدا بلند کرتے اور تمغہ دیتے ہیں
یا کسی نوجوان کے کئی کئی دن سائیکل پر مسلسل چلتے رہنے پر انعام اور بخشش
فرض سمجھتے ہیں عورت بیچاری کے کمال کو سنکر تو ہم خاموش ہیں۔ وہ ان
دنوں میں ہوگی جب نماز کا وجوب نہ تھا مگر ان مرد صاحب سے کون پوچھے
کہ کتنی نمازیں جان بوجھ کر قضا ہوئیں ان سے زیادہ مداخلت فی الدین کا
سنگین جرم ثنا و صفت کرنے والوں پر ہے جو مجرم کو سرفراز کرتے ہیں یہ وہ
مصیبت ہے جس سے ہادیانِ دین نے دوری طلب کی ہے اللہم لا تجعل
مصیبتنا فی دیننا خدایا دین میں ہمارے کوئی مصیبت نہ آئے صابر سکندری
صاحب اگر آپ کا ترجمہ صحیح ہے[1] تو آتش مرحوم کا یہ شعر ؎

ابر جھوٹے یار کیا ہے سرِ مجنوں کے سودا — رقص وہ لوگ کیا کرتے ہیں تلوار پر

بزم عشاق میں ایسا کوئی ناچ دکھائیں گے۔

لعل قلندر جو کی پاکیزگی (تزکیہ نفس) سے بھی طالب علمی میں فارغ
ہوئے تو مقبول خلائق ہونے کے لئے چلتے کھنچے۔ نجف و کربلا کاظمین و
سامرہ کی بارگاہ میں حاضری دی حرمین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اجداد
کی قبروں سے رخصت ہو کر پڑوسی ملکوں میں توحید کا ترانہ بلند کرنے پر
آمادہ ہوئے سچ پوچھو تو یہی تھے جنھوں نے دلیس کی پرواہ نہ کی۔ دھن
دولت کو ٹھوکر ماری رشتہ ناطہ سے منہ موڑا باپ، دادا، پردادا اور
سکڑ دادا کے دین کو ملک پہونچانے کے لئے آج سے آٹھ سو برس پہلے کی بات

---

[1] آب حیات ص۳۹۲ معانوس مجاز کو حقیقت نہ سمجھ

ہے سندھ آگئے یہاں بڑے بڑے کافروں مشرکوں کے جمگھٹے تھے بت پرستی
کا زور تھا مورتیوں کی پوجا سورج کے درشن، کسی جگہ جل کی پرستش
ہوتی تھی دھرتی کا رنگ دیکھتے ہوئے ہر طرف سے گذرے۔ سیکڑوں سال
پہلے سفر کی سختی سے سید کو گھبراہٹ نہیں ہوئی کٹھن وقت آئے یا کسمپرسی
کا سامنا ہونے پر نیک ارادوں کے کنواڑ بند نہیں کئے آسمان کے تارے
ان کے سرہانے تھے گویا وعدہ کر چکے تھے فلکیات ان کا کیا بگاڑتے طریقت کا راستہ
اختیار کرنے والا ہے دیسی شریعت کی خلاف ورزی کا اندیشہ رکھتا ہوا محقق
سے شرائع کا سبق لے چکا تھا دوسرے بزرگان دین سے ملتے ہوئے سیہون
کی پھیلی زمین پر ٹھہر گئے آپ نے مادری عربی زبان کو رواج دینے کے لئے
میزان الصرف لکھی نام اپنا چھپایا تھا خلوص کی ہوائیں ڈھکی ہوئی چیز کو کھول
دیتی ہیں جاننے والے جان گئے جس کا قلم تھا اس کا نام یاد رکھتے ہیں بھول
چوک سے بچے ہوئے ورق اس قدر اہم تھے کہ نام تاریخ میں محفوظ ہو گیا یہ
ان کی پہلی کرامت تھی کہ پریس جب ایجاد نہ ہوا تھا اس وقت کتاب نشر
ہوئی سیکڑوں بار چھپی وہ کون تھے جن سے پریم ہے وہ کس نصیب ور باپ کے
بیٹے تھے جس کی سوانح حیات کو انگریزی، سندھی، اردو میں دیکھ کر جو کچھ
میری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ شاید ابراہیم مجاب کی نسل ہے جس نے ادھر
کا رخ کیا ان کا سادات سے ہونا تو سورج کی کرن سے زیادہ سیدھی بات ہے
مگر یہ کہ وہ اسماعیلی تھے ٹھیک نہیں غلط ہے وہ ساتویں امام کی امامت کے
قائل ہیں ؎

موسیٰ کاظم آں امامِ بحق است — منکر او کافر مطلق است

اس بیت کے بعد ان کے اسمٰعیلی ہونے کا شبہ نہیں کل کو کوئی یہ نہ کہے

کروہ قادیانی تھے مرزائیت سے پہلے ان کا زمانہ تھا ذرا سوچ سمجھ کر قلم اٹھاؤ
شاید تم نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی نامور آدمیوں کو ہر طبقہ اپناتا
ہے۔ یہ کمزوری ہے کہ ہمارے سرمایہ پر دوسرا قبضہ کرے ولایت کی پہچان
قرآنِ حکیم نے سورہ جمعہ شریف میں موت کی آرزو قرار دی ہے وہ اگر مرنے
سے ڈرتے تو رام راج میں قدم نہ رکھتے۔ ان کی شان بتیس ۳۲ دانتوں میں زبان
کی ایسی تھی حافظ حقیقی نے ان کو سندھی مشرکین کی شر سے بچایا وہ عاشق اہل
بیت تھے اور دستور مذہب کے ایسے پابند تھے کہ غیر مسلم بستی میں کئی کئی دن
فاقہ کرتے اور پیٹ پر پتھر باندھتے وہ اجمیر شریف کے آگے بڑھتے مگر انھیں
اچھا معلوم نہیں ہوا کہ جس بستی پر ان کے اسلاف کی للچائی ہوئی نظریں
پڑیں اور جہاں وہ وحدانیت کے بیج بو چکے اسے ادھورا چھوڑ کر دوسری
جگہ جاتے وہ جانتے تھے کہ [illegible]ھ میں امام الاولیا، حضرت علی کرم اللہ وجہ
ان کے آقائے نامدار نے حرث بن مرہ عبدی کی قیادت میں فوج بھیجکر سندھ
کا ایک علاقہ فتح کر لیا تھا نقش اول کو باقی رکھنا ان کا پہلا فرض تھا مولا
کے سندھ آنے کی خبر بھی ان کے علم میں ہوگی راتیں عبادت میں بسر کیں نعرۂ تکبیر
ان کا ڈنکا تھا یا علیؑ کی گھنگرج آواز بت شکنی کا کام کرتی توکل ان کی فوج
یقیں سرمایہ تھا جس نے سید کے منصوبہ اور آواز کو دور دور پہونچایا۔
تقیہ کا سہارا لینا تو ان کی سوانح حیات سے ثابت نہیں اور نہ وہ
کفار سے رسمی رواداری کے حامی تھے آزادیٔ فکر ان کا رویہ تولا و تبرا کے
پُرامن اصول زندگی پر وہ کاربند رہے اور سید ہوتے ہوئے غلامیٔ اہلبیت
کے دعوے نے ان کو اونچا کیا۔ عثمان، حضرت علیؑ کے ایک صاحبزادے کا نام تھا
جو پیغمبر کے ذی علم صحابی عثمان بن مظعون کے ہمنام تھے ماں باپ کی یا اعلیٰ فراست

تھی کہ فرزند کا جو نام رکھا وہ آل و اصحاب دونوں کی روشنی میں تھا۔
الحمدللہ کہ ان کی مقدس سیرت پر ناچیز مصنف کا یہ دوسرا شاہکار ہے
اور دنیا کو بتانا ہے کہ وہ مہاجر تھے ؎

آنکہ در سندھ زمیں آسودہ — لال شہباز قلندر بودہ

قوم کے رشد و ہدایت کے ارادوں کو پورا کرنے والا انسان گوشۂ تنہائی
میں نہیں رہ سکتا اور اس کے عزم کی پختگی چاہتی ہے کہ وہ عوامی زندگی
کو راہِ راست پر لانے والے اسباب اختیار کرے تو تائید ایزدی ساتھ
دے گی اور مشرکین کی بستی میں وہ گمنام نہیں رہ سکتا۔

دنیا کو حیرت ہوتی ہے یہ معلوم کر کے کہ امام زین العابدین علیہ السلام
کا ایسا زینت محراب و مسجد دنیا سے بے بہرہ امام اتوار کے دن کی دعا میں اللہ
سے خواہش کرتا ہے کہ مجھ کو میرے گھرانے اور قوم میں باعزت و ہر دلعزیز
رکھ یہ مناجات اپنے لئے نہ تھی بلکہ قوم کے فلاح و بہبود آپ کے روبرو
ہے۔ جب قوم میں ہر دلعزیزی ہوگی تو اس کو آسانی سے اس کے نشیب و
فراز سمجھا سکیں گے اور تبلیغ و اصلاح میں سہولت ہوگی عثمان مروندی
علیہ الرحمہ کی مدح کا حق اس طرح ادا نہیں ہوتا کہ ان کو قلندر محض اور
معاذ اللہ رقص کے گھناؤنے محل پر دیکھا جائے اور اس کی مقبولیت میں
صرف دھمال سے مقدس سیرت کو لبریز کریں علمی گوشے حکیمانہ پہلو دانشمندانہ
انداز جس کی لائف میں ہوں وہ سطحی اور قشری عنوانات کا محتاج ہے جبکہ
اکاڈمی ان کے نام پر قائم ہو چکی تو آج نہیں کل ان کے مزید اشعار منظر عام
پر آئیں شعر عصر رفتہ کی تاریخ ہے اس کے روشن پہلو نظر انداز نہوں مقبولیت
مستقل عنوان ہے جس پر سیر حاصل بحث ہونا چاہئے بڑی مسرت ہے۔ اس

ہے یہ کہ ان کے مزار کا سالانہ اجتماع پرامن رہا اور موجودہ پر آشوب دور میں جو یادگار برسہا برس سے قائم ہے وہ انجام پاگئی ان کی یادگار باقی یا اولاد نرینہ کے مرادف کتاب میزان الصرف ہے جو بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں چھپی اور ملک کا ہر عربی داں اس اساسی شاہکار کا شرمندۂ احسان ہے مقبولیت کیونکر پیدا ہوتی ہے ۔

پہلی مثال قاضی میر ہاشم علی صاحب ہمعصر غالب کا یہ شعر مقبول ہوا ہے

مثالِ آسیہ ظلم و ستم ایجاد کرتے ہیں	کہ خود ہی پیستے ہیں اور خود ہی فریاد کرتے ہیں

ایک دوسرے باکمال نے تخیل کی بندی فکر کی پرواز کو سامنے رکھ کر بے ساختہ کہا ؎

کنجِ عزلت میں مثالِ آسیہ ہوں گوشہ گیر	رزق پہونچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لئے

میر انیس مرحوم نے فرمایا ؎

گردش عبث ہے کنجِ قناعت میں بیٹھ رہ	رزاق نے رزق خلق کیا آسیہ کے ساتھ

میر کلو عرش نے کہا ؎

آسیہ کہتی ہے صبح با آواز بلند	رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کا

حفیظ دہلوی نے کہا ؎

مثال دانہ پستا ہوں شب و روز	فلک کی آسیہ ہے اور میں ہوں

بالکل اسی طرح میزان الصرف کا نام اور کام مقبول ہونے پر۔

(۱) حکیم محمد ارزانی نے میزان الطب فارسی میں لکھی جو فن طب یونانی کی ابتدائی تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے نولکشور نے ۱۸۵۹ء میں ۱۹۴ صفحات پر چھاپی (۲) بدیع المیزان تصنیف ہوئی (۳) میزان منطق عرصہ وجود میں آئی (۴) شمس الدین محمد بن احمد ذہبی نے جن کی وفات ۷۴۸ھ

ہے میزان الاعتدال تصنیف کی (۵) شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے جن کی وفات ۸۵۲ھ ہے اپنی کتاب کا نام لسان المیزان رکھا (۶) نام نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ دیگر علوم و فنون میں اس نام پر بامید قبول اور بھی کتابوں کے نام رکھے گئے یہاں تک کہ برصغیر میں انگریزوں کے تسلط پر پادری فنڈر نے میزان الحق لکھی اور اسلام پر بیجا خامہ فرسائی کی جس کے کثرت سے جوابات ہوئے (۷) آخر میں اس خادم دین نے قوم جن کے وجدان کے آثار و خدمات پر المیزان فی احکام الجان نذر قرطاس کی جو قسط وار پنجاب کے جرائد میں طبع ہوئی سید کے تتبع میں یہ بین الاقوامی ثبوت ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے میں وہ تمام دنیاء اسلام کے مصنفین پر سابق ہیں اور لفظ کو جس جس نے استعمال کیا وہ بعد کی پیداوار ہے اور قلندر کی پسندیدہ لفظ صدیوں صاحبان کمال کے تصرف میں رہ کر خدمت خلق کا ذریعہ ہوئی اس کا نام ہے اخلاص اور یہ ہے خدا کی وہ مرحمت جس سے اس کے خاص بندے سرفراز ہوتے ہیں ۔

دوسری مثال ایک کتاب عہد نصیر الدین حیدر شاہ اودھ میں بحر المصائب نامی مطبع سلطانی سے[1] جد امجد حضرت سید العلماء سید حسین علیین مکان کی تقریظ سے آراستہ طبع ہوئی مولوی امداد علی بن احمد علی کیرانوی ضلع مظفر نگر اس کے کامیاب مصنف خاندانی تلامذہ میں تھے زور قلم نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ ان کے بعد دوسرے اہل قلم نے نہر المصائب۔ ذر المصائب

---

[1] سنہ ۱۸۳۵ء

ینبوع المصائب ۔ شرعۃ المصائب بحر بحور الغم پوری ایک صدی تک خوش نصیب مصنف کے نام کتاب سے اقتباس کرکے دوسرے مؤلفین فائدہ اٹھاتے رہے اور اس سلسلہ کی جو کتاب سامنے آئی پہلے مصنف کی یاد تازہ ہوتی ہے حضرت عثمان مروندی کے رشحات فکر کی یہ مقبولیت ہے کہ بعد کے اہل قلم ان کی کتاب پر اپنی کتابوں کے نام رکھتے رہے۔

لال قلندرؒ کا مذہب عیاں راچہ بیان | آپ کی محترم ذات پر قلم اٹھانے میں مجبور ہوں۔ آج تک پڑھے اور دیکھے اس بات پر زور نہیں دیا ہے کہ ان کا کس مذہب سے تعلق تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی ۔ میر تبیس کے مذہب پر کوئی قلم اٹھائے تو وہ تحصیل حاصل سمجھی جائے گی ۔ کراچی کے روزنامہ جسارت میں ایک مقالہ شائع ہوا جس میں مضمون نویس نے یہ محسوس کیا کہ سرپرست جمعیت خدام عزا نے کتاب اس لئے لکھی ہے کہ وہ اثنا عشری فرقہ سے تھے یہ ذکر ہے اکتوبر ۱۹۷۲ء کا ۔ خطیب عالم اسلام حضرت علامہ رشید ترابی نے ماہ رمضان المبارک کی دعوتیں اس غلط فہمی کو پوری طاقت سے دور کیا مجھے سوء اتفاق سے نہ یہ نمبر ملا اور نہ ممدوح کی وعظ میں اس موقع پر موجود تھا

شیعیت نام ہے اس مسلک کا جو حضرت نوحؑ کے زمانے سے پایا جاتا ہے جسارت کی یہ جدوجہد ایک عظیم شخصیت کو محدود بنانے سے اس کی مدح نہیں قدح ہے ۔ دعوی پر دلیل یہ پیش کی کہ سہون شریف میں مزار پر قوالی ہوتی ہے اور قوالی مذہب امامیہ میں جائز نہیں تو وہ مسلک اہل بیت سے وابستہ کیونکر ہو سکتے ہیں ۔

قوالی کا جائزہ | مزار شریف پر ڈھول اور گانا یہ نکتہ اس مرد عالم کا ہے

جو لا تزر وازرۃ وزر اخری[1] یہ قرآن سے بے خبر ہے ایک طبقے کا فعل مرنے والے سے کیا رابطہ رکھتا ہے اس کو ذوق سلیم سے پوچھو

ہمیں کیا تربت پر جو میلے رہینگے ۔ تہ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

نامہ نگار جسارت یہ سمجھتا ہے کہ قوالی صرف فرقہ امامیہ میں نا روا ہے حالانکہ شیعہ سنی کی ایک بڑی اکثریت اس کو پسند نہیں کرتی علماء اسلام کے فتاوی دیکھنے والا اس کو ایک محدود طبقے کا فعل قرار دیتا ہے ۔ ترجمہ قرآن مترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین مرحوم کا حاشیہ دیکھو ۔

وہ مسلمان جو رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں قبروں پر ناچ اور ڈھولک بجاتے ہیں اور قبروں پر عرض کرتے ہیں وہ یہودی سے کم نہیں ۔ خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی چشتی

لکھنؤ کے سب سے بڑے فلسفی اور جید عالم مولوی شاہ عین القضاۃ صاحب جنھوں نے ۲ رجب ۱۳۴۳ھ خاندان چشتی سے منسوب تھا قوالی کے سخت ترین مخالف تھے اور مدرسہ فرقانیہ میں جو بانار چوک اور وکٹوریہ اسٹریٹ کے بیچ میں ہے کبھی قوالی نہیں ہوتی ۔ سماع اختلافی مسئلہ ہے ان حالات میں ہم کو نہیں جو کچھ کہیں قبر میں سونے والا بے بس ہے ۔ بہتیرے علماء اس ہڑبونگ کو لغو سمجھتے ہیں صاحب قبر کے عقیدے پر استدلال غلط ہے ۔

آخر میں مقالہ نگار نے وہ قدیم حربہ استعمال کیا ہے جس کی خانہ سازی بار بار واضح ہو چکی ہے اور یہ کہنا حد درجہ کمزور ہے کہ پیش کردہ اشعار

---

[1] قرآن شریف مترجم مع ترجمہ مشتہرہ طبع دہلی ۱۹۲۷ء

ان کے نہیں دوسرے شاعر کے ہیں ؎

حیدری ام قلندرم مستم　　بندہ مرتضیٰ علی ہستم

یہ اشعار اگر مصنف نے حیات القلوب جامع عباسی شیعہ کتب سے نقل کئے ہوتے تو نامہ نگار جسارت کو شبہ کی گنجائش تھی مزار شریف سے جو مسلسل کتابیں نکل رہی ہیں اشعار ان سے ماخوذ ہیں معترض اور منکر اگر تاریخی و ادبی خدمت چاہتا ہے تو ان کتابوں کی اشاعت کے وقت خدام مزار کو ان کی فریب کاری پر ٹوکے ہم پر نکتہ چینی مشت بعد از جنگ ہے۔ یاد رکھو قلندر صرف اس طبقے کے نہیں ہیں جو گانا بجانا فریضۂ زیارت سمجھتا ہے ہم عقل اور تاریخ کی روشنی میں کتاب و سنت کا فانوس لے کر ان کا اور کل اولیاء کا چہرہ دیکھتے ہیں ؎

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے　　ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہئے

ندامت اور خجالت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علماء میں تو کسی نے ممدوح کی شخصیت پر قلم اٹھایا ہی نہیں بعض ایسے افراد متوجہ ہوئے جن کا پہلا اور آخری شاہکار سیرت قلندر تھی وہ جس ماحول میں تھے ان نقوش کو ابھارا اور ذات محدود ہو کر رہ گئی بلکہ یہ عرض کروں کہ جو فلک اطلس پر شہرت و عظمت کے تھا اس کو صرف دنیا دار رہنے دیا۔ قوم کا یہ وطیرہ انبیاء و اولیاء کے ساتھ تھا جو ان کی معرفت میں صاحبان عرفان سے بہت پیچھے تھے مسلمانوں کے تمام فرقے غنا کو کار ثواب نہیں سمجھتے صحاح ستہ میں اس سے نفرت پر حدیثیں موجود ہیں چنانچہ صحیح سنن مصطفےٰ ابوداؤد میں جو روایات ہیں ان میں احمد بن عبداللہ۔ ولید بن مسلم۔ سعید بن عبدالعزیز سلیمان بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نافع سے روایت کرتا ہے کہ

حضرت[1] عبداللہ بن عمر نے مزمار (ایک قسم کا باجا) بجتے سنکر اپنے کانوں میں انگلیاں دیں اور راستہ بدل دیا آگے بڑھ کر مجھ سے پوچھا کیوں نافع تم نے نہیں سنا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا ہم رسولِ خدا کے ساتھ تھے کہ ایسے ہی باجے کی آواز آئی اور سرکار نے کان میں انگلیاں دیں۔

حاشیہ پر اس نو طبع اڈیشن کے جو احادیث ہیں اس میں ابن مسعود ایسے عظیم المرتبت صحابی کا ارشاد ہے کہ قرآن شریف میں لہوالحدیث سے مراد غنا ہے اور حضور اکرم نے راستے کے اندھیرے میں کسی بدنصیب مسلمان کو گاتے سنا تو فرمایا کہ اس کی نماز قبول نہیں تین مرتبہ زبان مبارک پر یہی جاری ہوا علماء نے غنا[2] کی حرمت کا فتویٰ اس لئے دیا ہے اور محفل غنا میں بیٹھنا قادح[3] عدالت ہے۔ خلفاء بنی عباس جو بڑی اکثریت کے اولوالامر تھے ان میں بھی کچھ غنا[4] سے پرہیز کرتے تھے ان احادیث کی روشنی میں سیکڑوں برس کے مرشد اور رہنما کے لئے ہم کیونکر گوارا کریں کہ وہ ایک طبقے کا ہو کر رہے اور اس تہذیب یافتہ دور میں بجائے قرآن خوانی ہنگامہ آرائی تہذیب سمجھی جائے اخبارات میں مراسلے چھپا کرتے ہیں کہ قوالی سے اہل ہمسایہ کو رات کی نیند حرام ہو گئی اشرف علی شمسی نے حکومت[5] کو متوجہ کیا تھا کہ قوالی میں ملازمت پیشہ طبقے کی نیند حرام ہوتی ہے لہذا گیارہ بجے رات کے بعد اجازت نہ ہو۔ بھیانک آوازیں سنکر

---

[1] سنن ابوداؤد صفحہ ۶۷۳ طبع کراچی [2] غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار طبع نولکشور صفحہ ۲۹۵ لکھنؤ [3] صفحہ ۳۰۳ ایضاً [4] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۶ طبع لاہور قدیم

[5] روزنامہ جنگ ۱۹ نومبر ۱۹۶۱ء

طالب علم امتحان پر تیار نہیں ہو سکتے جن مریضوں کی شدت مرض میں آنکھ لگ گئی تھی وہ بستر پر جاگ گئے اور کروٹیں لے رہے ہیں اور جو نماز تہجد کے عادی ہیں وہ دھما چوکڑی میں نماز کی رکعتیں بھول جاتے ہیں ۔ کراچی کا کثیر الاشاعت روزنامہ جنگ مورخہ ۹ جون ۱۹۶۹ء کے صفحات میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کی فریاد صحیح احتجاج ہے اس ناسور کو بند ہونا چاہیئے اور معاشرہ ترک تعاون پر تیار رہے شادی بیاہ میں رقص و سرود اگر اسراف اور تضیع اوقات ہے تو قبر پر جو دنیا کے فانی ہونے کا موعظہ ہے اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے ۔

ننگے ناچنا

نام نہاد مرید اپنے پیروں کی اس صفت کو بھی قبیح نہیں کہتے کہ وہ بغیر تہمد یا لنگی، پاجامہ پہننے کے عادی نہ تھے یہ بھی ان کا اسلام کی سخت خلاف ورزی اور تہذیب سوز بلکہ انسانیت پاش روش ہے اس کو جاہل طبقے کے بے خبر عوام نے سادھوؤں کے گروہ کو دیکھ کر صفت سمجھ لیا ورنہ کوئی عاقل ننگا نہ ہو گا اور جو برہنہ ہو وہ پاگل اور سڑی ہے خیریت ہوئی کہ قلندر کے شہباز لقب اور سرخ پوش ہونے کی روایت نے اس شبہ کو دور کر دیا لال کپڑے جو پہنے ہو اس کے لئے ننگا ہونا متضاد بات ہے ننگے پاؤں ہونا اور بات ہے بشر حافی کی جو شان تھی انہوں نے جوتہ نہیں پہنا اور نماز عید اور نماز میت وغیرہ پڑھانے کے اوقات میں سیرت حضرت امیرؑ ہے کہ پائے اقدس میں نعلین نہ ہو ۔ مولانا شیخ محمد حسن صاحب مرحوم بمبئی کے مقدس اور مرجع خلق عالم عید کے دن ننگے پیر اور مدیر الواعظ مسجد تحسین لکھنؤ کی نماز عید میں گھر سے برہنہ پا مصلے تک پہونچتے ہاں ایک صورت جواز کی صحرا میں زندگی

بسر کرنے والوں اور بادیہ نشین فقراء کے لئے یہ ہے کہ اگر وہ شیر کے ڈر میں ننگے ہوں تو جان بچانا درندوں سے واجب ہے اور علم حیوان میں یہ مسئلہ طے ہے کہ بابر ہنہ پر حملہ نہیں کرتا عریانی جنگل میں قیام کی وجہ سے ہو سکتی ہے لال شہباز قلندر کے مصنف نے شیر خدا کی اسی صفت پر اپنی کتاب میں جنگ صفین کو یاد کر کے اشارہ کیا ہے۔

(۲)

اب رہا خود قلندر کا رقص کرنا یہ ناچ دیکھنے سے بھی زیادہ بری بات ہے رقص کو انگریزی میں DANCE اور پنجابی میں بھنگڑا کہتے ہیں یہ ارباب عیش و نشاط کا کام ہے تارک الدنیا فقیروں کو اس سے کیا کام ۔ ناچنا ہارون[1] رشید کی لائف میں تو پایا جاتا ہے ۔ ہم کو وہم بھی نہیں کہ قلندر ناچتے تھے اب دنیا بہت زیادہ گمراہی ضلالت بدعت سے دور ہو چکی ہے علم کی شمعیں ہر طرف روشن ہیں تعجب ہے ان مقالہ نگاروں سے جو ممدوح کے اشعار میں رقص کا ترجمہ کرتے ہیں ناچنے کی خبر سے کاش لغات کشوری دیکھتے رقص کے معنی ہیں سیر کے اور یہ اولیاء کا خاص مقصد ہے لہٰذا مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ قلندر کو وسعت خیال سے دیکھنے والے اس کے دوست اور مدح خواں کم ہیں اور ان کی تصویر کشی کرنے والے اگر مجاز کو حقیقت سمجھتے ہیں تو علاج کے لئے میزان الطب کا مطالعہ کریں انسان کے امراض جلدی میں ایک بیماری ہے بنات اللیل جس کی تشریح میں حکیم محمد ارزانی طبیب عہد رقمطراز ہے ۔ بشور صلب شدید کہ وقت[2] شب و ہنگام سرما پدید آید بغارش

---

[1] خلافت طبع مصر ص۱۸۶ [2] میزان الطب ص۱۶۱ طبع نول کشور

کنند۔ لفظاً کا ترجمہ تو ہے "رات کی لڑکیاں" اور کوئی عقلمند اس ترجمہ کو اختیار نہیں کرے گا معلوم ہوا کہ مجازاً یہ نام ہے یہ ایک قسم کے آبلے ہیں جو جاڑوں میں رات کو سونے والے کے جسم میں ظاہر ہوتے اور کھجلی سے تکلیف محسوس ہوتی ہے بنات اللیل مجاز ہے اس کو حقیقت سمجھنا قابل افسوس ہے اس قسم کی اور بھی مثالیں سامنے ہیں اس کے پیش کرنے میں فائدہ یہ ہوا کہ سیرت نبیؐ میں بنات رسولؐ کے معنی بھی سمجھ میں آسکتے ہیں اگر ذوقِ سلیم ہو۔ لے پالک کو بیٹی کہنا جائز ہے وہ صلبی لڑکیاں نہ تھیں یہی حال قلندر کے اشعار میں لفظ رقص کا ہے لغوی معنی قرار دینے میں سیرت کتاب و سنت سے قریب ہوتی ہے اور احکام شرع سے آزادی کا داغ دامن تک نہیں پہونچتا۔

ملحوظ خاطر رہے کہ اولیاء کرام کا وہ طبقہ زیادہ عزت کا حقدار ہے جو اولادِ رسولؐ ہے الحمدللہ کہ ان تقریروں کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ وہ عوام میں نہیں خاص الخاص ہیں لکن المرء یقیس علی نفسہ آدمی اپنے نفس پر قیاس کرتا ہے یہ تو وہ مقدس خانوادہ ہے جس میں اگر کوئی اخیار میں نہ ہو جب بھی ہم اس پر ناک بھوں چڑھا نہیں سکتے وہ نظم ما قیل

سادات برتر اند بحکم پیمبری — اولادِ مصطفےٰ و جگر گوشۂ علیؑ
بر نعل شان مکش نظر از روی جاہلی — الصالحون للّٰہ والطالحون لی

کفر کا فتویٰ یہ بیماری آج مسلمانوں میں نئی نہیں ہے کہ ایک مولوی اپنے بازار کے سرد پڑ جانے کے ڈر میں دوسرے مولوی غریب پر کفر کا فتویٰ صادر کرتا ہے ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا مودودی صاحب کا ایسا خدمتِ خلق میں معروف عالم اور اپنی جماعت کا صدر[1] اور اس

[1] اخبار جنگ، ۳ر اکتوبر ۱۹۶۹ء کالم ۲ ص۱

کے خلاف ۱۳ علماء نے فتویٰ دیا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں تحریری اختلاف بھی ہوتا رہا اور آمنے سامنے سخت کلامی بھی ہوئی تحریکِ آزادی کے روحِ رواں مولانا شوکت علی اور حسرت موہانی ایک موقع پر قریب تھا کہ دست و گریباں ہو جائیں اخبارات میں یہ جھگڑے موجود[1] ہیں اسی طرح بابائے اردو[2] کو مولانا شبلی نعمانی سے کیا پرخاش تھی ایم اے او کالج علیگڈھ میں وہ شاگرد رہ چکے تھے ان کی کتابوں میں جہاں جہاں شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا ہے انھوں نے نشتر چلانے میں تامل نہیں کیا۔ جب اختلافات کا آج یہ حال ہے تو اس وقت کیا کچھ نہ ہوگا۔ عطیہ بیگم کے خطوط منظرِ عام پر لانے میں سب سے بڑا ہاتھ ان کا تھا۔

لال شہباز قلندر طبع انٹرنیشنل پریس کراچی کے فاضل مصنف نے ان پر کفر کے فتوے کا جو رجحان ظاہر کیا تھا وہ مطالعہ کو وسعت دینے پر شبہ کو قوت پہونچاتا ہے۔ حضرت عثمان مروندیؒ کے مکتبِ فکر میں آلِ رسول کی مدح و ثنا پر جس قدر زیادہ اشعار پائے گئے وہی نواصب کی نظر میں ان کا جرم تھے۔ چنانچہ خود سہون میں آباد رہنے والے عالم مدح حضرت علیؑ میں غلو کو شرک قرار دے کر قتل کا حکم دیتے تھے یقین نہ آئے تو کتاب وسیلۃ التقریب الی جناب الحبیب

[1] [illegible] جلد ۹ ۳ [illegible] ۱۹۶۲ء [2] اگر آپ پوچھیں تو تاج العلماء سید علی محمد رحمۃ اللہ علیہ جن کے کمالات [illegible] بابائے اردو [illegible] تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبۂ شقشقیہ کا اردو ترجمہ کرنے میں کلک کا تیکہ ان کا ترجمۂ قرآن [illegible] لائبریری میں موجود ہے [illegible] کا مسودہ [illegible] اسلوبِ نگارش [illegible] وہ خائف تھے سنا ہوا کہ کراچی میں ان کی اولاد بھی موجود ہے [3] اخبار جنگ ۱۰ اگست ۱۹۶۲ء

اٹھا کر دیکھئے حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کے احکام کو مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی نے بستانِ رسول حیدرآباد کی طرف سے حال ہی میں شائع کیا ہے۔ اس میں دارقطنی سے حدیثِ رسولؐ نقل کی ہے۔ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا اے علیؓ میرے بعد جلد ایک جماعت پیدا ہوگی اگر تم اس کو پاؤ تو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہیں ان کی علامت یہ ہے کہ وہ تمہاری تعریف میں ایک چیز سے افراط کریں گے (ص ۲۸ طبع ...)

حضرت علیؓ کے مخالف دور میں جو حدیثیں گھڑی گئیں ان سے آج تک سہارا لیا جاتا ہے اس بنا پر سیرت قلندر پر قلم اٹھانے والے اس بے گناہ کے کفر کا فتویٰ ہونے پر علل و اسباب متعدد یہی کہہ سکتا ہے کہ اگر تمام مدحیہ اشعار سے قطع نظر ہو تو عصبیت نواز طبقے کے لئے ان کا یہی شعر خار تھا ؎

حیدری ام قلندرم مستم — بندہ مرتضیٰ علی ہستم

مگر قدرت نے ہر نام نہاد مفتی کی شر سے ان کو بچایا۔ عہد مغلیہ میں امام بخش، حسین بخش، عبدالرسولؐ نام شرک سمجھے جاتے تھے۔ زیب النساء ملکۂ مملکت کی شہادت اسی جرم میں ہوئی کہ اس کی مہر میں کنیزِ فاطمہ زیب النساء کندہ تھا

مشکلے نیست کہ آساں نشود — مرد باید کہ ہراساں نشود

قبرستان اور احکام مذہب

قلندر کی ذات اور ان کے نورِ ایمان کی چوٹ دکھانے سے پہلے اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورستان پر ایک بحث اسلامی زاویہ نگاہ سے ہو۔ اس لئے کہ کوئی مسلم آبادی نہیں جہاں مقبرہ نہ ہو زیارت قبور کوئی ایسی

۱؎ قرآن مجید مترجم مع ترجمہ ص ۲۵۰-۲۵۱ مع حاشیہ طبع دہلی ۱۹۳۲ء

اور کبھی فراموش نہیں جس کو قوم نہ جانتی ہو۔ آداب فاتحہ بھی ہمارے علم میں ہیں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ وہاں نماز پڑھنے کی اجازت حالت اختیار میں فقہا نے نہیں دی ہے انبیاء و اولیاء کے مزار مستثنیٰ ہیں اور اس حکم کا راز بعض عالموں نے یہ بتایا ہے کہ میت کے جسم کا چرک اور مواد زمین کے ذرات میں شامل ہے اس لئے یہاں نماز نہ پڑھنا بہتر ہے ایسے احکام سے عبادات میں اخلاص اور نمازی کے گرد و پیش کی صفائی جاذبِ طبع اور شرک سے دور رہتی ہے ایام جاہلیت میں جو قبیح رسمیں انسانیت کو قید و بند میں اسیر کر چکی تھیں ان میں جہاں تک اکثریت پائی جاتی ہے قبر پرستی نہ تھی اور اگر کوئی گروہ اس عقیدت میں پھنسا ہو تو اس کا شمار شاذ و نادر ہے قرآن حکیم میں ایک آیت ہے جس کا سرسری نظر میں ظاہر بتاتا ہے کہ وہ تو قبروں کو مٹی کا ڈھیر سمجھتی ہے چنانچہ سورہ ممتحنہ میں فرماتا ہے قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور (پ ۲۸ ع ۸) مولوی شاہ رفیع الدین مشہور مترجم نے آیت کو اردو زبان کا لباس ان لفظوں میں پہنایا ہے کہ "تحقیق ناامید ہوئے آخرت سے جیسے ناامید ہوئے کافر قبر والوں سے" اس ترجمہ کے بعد فائدہ نمبر ۲ میں لکھتے ہیں یعنی منکروں کو توقع نہیں ہے کہ قبر سے کوئی اٹھے گا یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں ۱۲ موضح قرآن مترجم مع ترجمہ ص ...، طبع دہلی ۱۹۳۲ء

حشر و نشر اسلامی مسئلہ ہے اور قرآن حکیم کا اس جز سے مستقل کی خاص اہتمام ہے دوسری جگہ سورہ انفطار میں ہے اذا القبور بعثرت مولوی اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ ہے جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی یعنی

ان میں سے مردے نکل کھڑے ہوں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب زمین پر تخم ریزی ہوتی ہے تو وہ بیدم دانہ زیر زمین پہونچنے کے بعد جب کو پل پھوٹنے کا وقت آتا ہے تو بتی میں اس قدر توانائی ہوتی ہے کہ زمین کا پردہ چاک کرکے باہر آتی ہے یہ روز کا مشاہدہ ہے انسان تو بڑا طاقتور مخلوق ہے اشرف ہے کائنات میں وہ بھی باہر آئے گا اور یہ وسوسہ نہ ہو کہ زلزلہ یا گولہ باری میں یا پرانی عمارتیں جب گرتی ہیں تو ملبہ میں کئی کئی دن لاشیں برآمد نہیں ہوتیں زلزلہ قیامت تو عظیم حادثہ ہے جو فلک نما عمارتوں کو گرادے گا آسمان بھی پھٹ پڑیں گے اس ملبے سے قبریں شق ہوکر اموات کا نکلنا ناممکن ہے۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ قیامت نام ہے عناصر کے فنا ہونے کا اس لئے اموات کے حشر میں کوئی رکاوٹ نہیں اور مذہب عدل یعنی صراط مستقیم پر مسلمانوں کے چلانے کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ زمین سے قبر کی بلندی چند انگشت ہونا چاہیے خواہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوں یہ مقدار کم از کم ہے، خواہ کھلی ہوں یہ زیادہ سے زیادہ تعویذ قبر کی حد ہے اور قبر پر پانی چھڑکنا بھی مستحب ہے اس کے فلسفے کا آئندہ صفحات میں انتظار کرو۔

اسلام کی اخلاص پسندی اور شرک دشمنی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ارکان مذہب اور ایمان اسلام کے علاوہ عام مومنین کے لئے قبر کو خام رکھنے کی ہدایت ہے تعویذ قبر پختہ نہ ہو اس عنوان کے آخر میں تفسیر؎ سورہ حمد کا ایک

؎۱ اس کتاب پر مولوی سید محمد ہادی صاحب سندالافاضل دو عمر مرحوم جو بحیثیت فقیہہ عالم شباب میں اللہ کو پیارے ہوئے کی رائے ان کے قلمی خدمات میں سے ہے حجۃ بالغہ فی تعبیر سورۃ الفاتحہ زیر تالیف ہے اگر یہ کتاب مکمل ہو جائے تو سورہ حمد پر اس شرح و بسط سے آج تک کسی نے بحث نہیں کی یہ کتاب ہنوز طبع نہیں ہوئی ۲۲-۲۹ - یہ تقطیع صفحات ۵۰۰ پر ختم ہوتی ہے اور علمی عظیم شاہکار ہے۔

اقتباس پیش کرنے کو دل چاہتا ہے فاضل بسطامی نے جو بہرسینہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ ایزدی تک عرض کیا خدایا میں تجھے کہاں پاؤں اور کہاں ڈھونڈوں؎ - فرمود نزد قبرہائے مندرس و دلہائے شکستہ ؎

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال ٭ او در دلست ہیچ دلے نیست بے ملال

خداوند عالم نے جواب دیا مجھے مٹتی ہوئی قبروں کے نشان میں ڈھونڈو اور ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو جواب ایزدی کے بعد بسطامی نے شعر لکھا ہے کہ کوئی دل ایسا نہیں جو درد سے خالی ہو لہٰذا مجازاً خدا قلب مومن میں ہے وہ فکر بلند بسطامی کی تھی یہ نتیجہ زیادہ مفہوم سے قریب ہے کہ ویران قبرستان میں بھی جانا چاہیے۔ یاد الٰہی تازہ ہوتی ہے اس قول کی روشنی میں ٹھٹھہ؎ کی پرانی قبروں کی زیارت کا استحسان معلوم ہوتا ہے مگر یہ مراسلے اب مشکوک ہے کہ اس میں ۔ حضرت علیؑ کے عہد کے شہید اور محمد بن قاسم ثانی کے دور میں جو عرب مجاہد کام آئے ان کی قبریں ہیں ایک؎ طبقہ وہاں فرقہ اسمٰعیلی کی قبروں کا بھی ہے۔

؎۱ شرح قصیدہ بحر العلوم نور العین ؎۲ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی مرحوم کی تحقیق ہے کہ اس جگہ کی آبادی قدیم اب دریا واقع تھی عربوں نے جب سندھ کو فتح کیا اور نیا شہر دریا کے کنارے بسایا تو سطح آب کی بلندی اور شہر کی پستی کے لحاظ سے نام رکھا تحتہ عوام جو عربی تلفظ پر قادر نہ تھے وہ ٹھٹھہ کہنے لگے وجہ تسمیہ یہی ہے کہ بستی نشیب میں واقع ہے دیکھو منادی دہلی ج ۴۱ شمارہ ۹ ص ۲۳۔ ملک کا قسم ٹھٹھہ میں بہت اچھا ہوا کرتا تھا آہنی قلم نب سے جب لکھا جانے لگا قلم دا اصلی اور ٹھٹھہ کی پیداوار کو کاتب بھول گئے دار رنگ چین ص ۲ طبع چہار دہم ۱۹۲۱ء، ٹھٹھہ کی آبادی ۱۷۳۰ ہوسے ہے ؎۳ عقد الجواہر در احوال بو ہرہ پروفیسر ندوی ص ۱۶

لال شہباز قلندرؒ کے ذکر میں یوروپین مورّخ کا رویہ

مسلم اہل قلم کو شرم آنا چاہیئے کہ غیر مذہب مصنف نہ رقص کی صفت کو اچھا سمجھتا ہے نہ قبر پر آنے والوں کی دھما چوکڑی اس کو پسند ہے۔ رچرڈ[1] نے سندھ اور سندھ میں رہنے والی قوموں پر خامہ فرسائی کو لکھا ہے کہ انھوں نے علم لغت اور گرامر پر فارسی میں چار کتابیں لکھیں جو مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں یہ چاروں کتابیں کون کون سی ہیں میزان کا ان کا رشحہ کلک ہونا مسلم ہے خیال ہوتا ہے کہ منشعب اور پنج گنج بھی انہیں کی کاوش کا اثر ہے چھا اگر منشعب اور پنج گنج ان کی تصنیف نہ ہو تو دوسری تین کتابیں بتانا سیرت نگار کا فرض باقی رہتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ بوڑھاپے تک زندہ رہنے والا مرد مہاجر چار کتابیں لکھ کر تالیف و تصنیف کی وادی سے نکل جائے اور پھر اس کے قلمی خدمات نہ ہوں وہ ہو حق میں زندگی بسر کرے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ انگریز علم کا خوگر تحقیق کا دلدادہ تھا اس نے ممدوح کو مسند علم و تدریس میں دیکھا جو رقص و سرود سے دلچسپی رکھتے اور خواہشات نفس امارہ کی تسکین حق کے پیکر میں کرنا چاہتے ہیں اس تجویز کو مستحسن سمجھیں یہ مدح نہیں ہے بلکہ میزان نام رکھنا ہے اس لئے

میزان | بیدکی بہترین یادگاران کا رشحہ کلک جب موجود ہے تو اس کو بحث کئے بغیر چھوڑ دینا سیرت نگاری کا سخت الزام ہے۔ اردو میں میزان ترازو کو کہتے ہیں میزان کی اصل عربی گرامر کے لحاظ سے موزان تھی قاعدہ یہ ہے کہ جو واؤ ساکن اور غیر مدغم ہو اور ماقبل اس کا کسرہ ہو تو وہ ی قرار دیا جاتا ہے اور اہل عجم کی اصطلاح میں میزان زور آور بہادر اور

[1] SIR RICHARD BRITON

شجاع آدمی سے کنایہ ہے دعاؤں میں جن مقدس آثار کا واسطہ خدا کو دیا جاتا ہے ان میں یہ بھی ہے بقرب الجنۃ بعد النار بعدل المیزان بحق الصراط بہشت کی نزدیکی اور دوزخ کی دوری اور ترازو کے عدل اور صراط کے حدود کا واسطہ اور میزان کو مسلمان فراموش نہیں کر سکتے پروفیسر غفور احمد صاحب نائب امیر جماعت اسلامی نے قومی اسمبلی کے انتخابی موقع پر اپنا نشان ترازو قرار دیا تھا

نور ایمان کا پہلا جلوہ

حضرت عثمان مروندیؒ اپنی کتاب کا میزان نام رکھ کر مبتدی طلبہ کو تلقین کا وقت یاد دلا رہے تھے کہ آج کا سبق ثانوی زندگی کے ابتدائی لمحات میں صدا دی جانے والی ہے والصراط حق والمیزان حق[1] پل صراط سے گذرنا حق ہے اور نیک و بد کردار کا موازنہ بھی حق ہے یہ تو مرنے کے بعد والی منزل ہے جس پر غیب کے ایمان لانے والے بے دیکھے یقین کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ فلکیات کے علوم میں تم کو سورج کا وہ لمبا چوڑا راستہ جو ۱۲ گھنٹے میں طے ہوتا ہے اس کو ۱۲ برجوں میں تقسیم کیا ہے جس میں ساتویں برج کا نام میزان ہے اور نجومی اس کی وہی تصویر دکھلاتے ہیں جو ترازو کی ہوتی ہے تحقیق لاذ سے شوق رکھنے والے کسی ایک جنتری کو اٹھا کر دیکھ لیں جو تشی ترازو کی تصویر بنا کر تحت میں "میزان تلا" لکھتے ہیں تحویل آفتاب اس برج میں

---

[1] حاشیہ مفاتیح الجنان طبع نجف اشرف ص۱۰

غالباً ۲۳ ستمبر کو ہوتی ہے نجومی یہ صورت بتاتے ہیں، ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ حالانکہ اب دنیا نے ترقی کی اور ایک پلڑہ پر قدم رکھنے میں وزن ہو جاتا ہے تنزیل قرآن کے وقت عرب میں ترازو کا جو تصوّر تھا اسی کے مطابق برج کے ستاروں کی تشکیل ہے ان کی زبان میں عمود۔ حبل۔ کفین یعنی ڈنڈی ڈوریاں جس میں دو پلّے آویزاں ہوں قیمتی چیزوں مثلاً سونا ہیرا یا قوت وغیرہ کے لئے کانٹا ایجاد ہوا جس، میں ایک چاول بھر بھی کمی زیادتی نہ ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا جس کو میزان قرار دے گا اس میں دھوکا دھڑی نہیں لفظ میں کوئی ایسی اہمیت ہے کہ قلندر کا سا مفکّر عربی زبان سمجھانے کے لئے جو قواعد ترتیب دے رہا ہے وہ نکے اور نپے ہوں اس امر سے پہلے کہ قرآن حکیم میں بھی میزان کی لفظ کئی بار موجود ہے اور ہم عنقریب صرف ایک یا دو آیت پیش کرینگے لیکن پہلے حدیث کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ میزان سرور دو عالم روحی فداہ اور ان کے تابعین کے اقوال میں کیسے کہا گیا ہے۔

(۱) الصلوٰۃ میزان فمن وفی استوفی نماز ترازو ہے جس نے اس کو اوّل سے آخر تک کامل احتیاط سے پورا کر دیا وہ نجات پا گیا یہ کنایہ محاورات عرب کے مطابق ہے ذکر الٰہی کے چند لمحات ہیں جن میں نہ ڈوری ہے نہ ڈنڈی نہ پلّے مگر اس کو میزان کہا ہے اور مراد یہ ہے کہ جو کام ترازو کرتی ہے وہ میزان میں موجود ہے۔

(۲) ان اللہ ینصب میزاناً لہ لسان وکفتان یوم القیمۃ فیوزن

سلہ مجمع البحرین لغت حدیث

بہ اعمال العباد الحسنات والسّیات روز قیامت اللہ ایک ترازو نصب کرے گا جس کے دو پلّے اور زبان ہوگی اس میں بندگان خدا کے کردار کی ہر نیکی اور بدی تولی جائے گی فان قلت اگر تم کہو کہ نیکی اور بدی محسوسات میں نہیں ہے اس کا وزن کیونکر کیا جائے گا تو اس شبہ کا جواب علم کلام کی کتابوں میں کئی طرح سے ہے اس وقت نیکی اور بدی مجسّم ہو کر تولی جائے گی یا خود نفس مومن و کافر کا وزن ہوگا یا نامۂ عمل تولا جائے گا وقال الشیخ ابو علی الطبرسی قیل معناہ ان الوزن عبارۃ عن العدل فی الآخرۃ وانہ لاظلم فیھا اور صاحب مجمع البیان نے معانی میں یہ بھی قول نقل کیا ہے کہ وزن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں فیصلہ عدل پر ہے جس میں ظلم کا شائبہ بھی نہیں۔

(۳) میزان سے مراد انبیار و اوصیار ہیں اس قول کو اختیار کرنے میں راز یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کرنے والی امّت تو کامیاب ہے اور جس نے مرسلین کی تکذیب کی ان کے آئین کو ٹھکرایا آواز پر لبیک نہ کہا وہ ان کی میزان عمل میں پورے اترنے سے ناکام رہے۔

احادیث میں میزان کا تصوّر انہیں معانی میں ہے اور تقریباً یہ تمام مفہوم ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں بلکہ بظاہر جدا جدا ہیں مگر مفہوم واحد ہے۔ قرآن حکیم میں کثرت سے میزان کی لفظ ہے اور یہ ربانی استعمال ہے جس میں دو آیتیں قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) سورۂ حاشیہ میں آیت ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبیّنٰت و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط پ ۲۷ ع ۱۹ ہم نے اپنے مرسلین کو ظاہر ترین احکام دے کر بھیجا اور اسی کے ساتھ کتاب

اور ترازو و میزان بھی اتاری تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں۔

(۲) ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ پ۱۷ ع۴ ۔ شاہ رفیع الدین رحمت اللہ علیہ ترجمہ کرتے ہیں۔ رکھیں گے ہم قیامت کے دن ترازوئیں عدل کی۔ اس آیت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک ترازو کافی نہیں ہے جگہ جگہ ترازو کا سامنا ہے۔

غور کرو جو تین صورتیں ترازو کی مفسرین کی سمجھ میں آسکتی تھیں اور جن کو ہم دیانت سے بیان کر چکے۔ اب تفسیر اہلبیت اولی الذکر آیہ کے تحت میں سنو۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں نحن میزان میزان ہم ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) تفسیر قمی جلد ۲ ص۳۵۳ طبع نجف اشرف
(۲) تفسیر البرہان ج۵ ۲ ص۱۰۹۳ طبع ایران
(۳) ترجمہ قرآن مولوی حکیم مقبول احمد طبع پاکستان ص۱۰۷۹
(۴) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی ص۱۹۶ طبع بمبئی
(۵) فردوس الاخبار دیلمی مخطوطات کتبخانہ آصفیہ دکھن ص۱۰
(۶) ارجح المطالب ص۳۶۲ طبع نول کشور قدیم لاہور

پانچویں امام کا انا المیزان کہنا۔ میں ترازو ہوں، مفید نہ تھا اس لئے کہ فضیلت ذاتی نہیں خاندانی ہے اس لئے آپ نے ایک طرف تو قرآن کی تصدیق کی وہاں "موازین" کی لفظ ہے دوسری طرف نحن فرما کر پہلے اور بعد کے جانشینان رسولؐ کے فضل و شرف پر اشارہ کیا اگر نماز میزان ہے تو آل محمدؑ بدرجہ اولیٰ میزان ہیں اگر انبیاء و اوصیاء موازین کا مصداق ہیں تو دعا و ندہ امام کی مقدس ذاتیں بھی اسی مسلک کی مختتم ہیں۔

تین شیعوں اور تین سنیوں کی کتابوں سے تشریح

جو حوالہ صفحہ سابق میں دیئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توضیح سے ناظرین کے معلومات میں اضافہ ہو تاکہ قلندر کے رکھے ہوئے نام کتاب کی اہمیت ثابت ہو ہم شہر میں دروازے سے آنے کے عادی ہیں اور حکم ایزدی پر عمل کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اس لئے شیر خدا حضرت علی مرتضیٰؑ کا یہ ارشاد (انا میزان العلم) میں علم کی ترازو ہوں دیلمی اور سلیمان بلخی دونوں نے لکھا ہے اور میرے چشم دید نوٹ ہیں عبیداللہ بسمل امرتسری کی تحریر جو نمبر ۶ پر ہے یہ ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا میزان العلم وعلی کفتاہ والحسن والحسین خیوطہ، وفاطمۃ علاقتہ والائمۃ من امتی عمودہ یوزن فیہ اعمال المحبین لنا والمبغضین لنا (اخرجہ الدیلمی) ابن عباس لکھتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں علم کی ترازو ہوں اور علیؑ اس کا پلڑا ہیں اور حسنین اس کی کتان ہیں اور فاطمہ اس کا علاقہ ہے اور میری امت کے امام اس کے عمود ہیں جس میں ہمارے محبین اور مبغضین کے اعمال وزن کئے جائیں گے (ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب ص۳۶۲ طبع نول کشور قدیم لاہور)

قرآن حکیم میں جہاں جہاں میزان کا ذکر ہے ان سب آیتوں کو دماغ میں رکھنے کے بعد اس حدیث کا ارشاد جس کو مصنف نے فضائل اہل عبا کی انیسویں حدیث قرار دیکر باب سوئم میں جگہ دی ہے۔ اس سے

واضح ہے کہ نجات کا معیار پیروی رسولؐ و آلِ رسولؐ ہے اور میزان کے تصور سے جزا و سزا کا جو امکان پیدا ہوا ہے اور خدا سے عدل کی یقینی توقع ہے وہ وہی صفت ہے حق تعالیٰ کی جس کو اصولِ دین میں توحید کے بعد عدل کہہ کر دوسرا درجہ ملا ہے الغرض فضیلت اس قدر ٹھوس حقیقت اور توانا منقبت ہے کہ جناب شیخ عباسؒ قمی مرحوم و مغفور نے زیاراتِ مطلقہ حضرت امیرالمومنین چھٹی زیارت میں یہ سلام کسی معصوم سے نقل کیا ہے، السلام علیٰ یعسوب الایمان و میزان الاعمال

حاجی الحق شاہ مرحوم

وہی ہیں مختار روزِ محشر وہی ہیں میزانِ عدل داور

وہی محاسب وہی ہیں قاضی وہی سزا ہیں وہی جزا ہیں

شاعرِ اعظم آغا سرخوش لکھنوی

صاحبِ منقبت تھے کتنے علیؑ   جس کی میزان آج تک نہ ملی

ولہ

ہے گرانقدر کس قدر ایمان   حبِ آلِ رسولؐ ہے میزان

نتیجہ کلام | قلندر رحمت اللہ علیہ نے کتاب کا میزان نام رکھ کر اس راز سربستہ کو آشکار کیا ان کا روشن کیا ہوا وہ چراغ ہے جو تا ابد روشن رہے گا۔

فرنگی محل کے جلیل ترین عالم ابوالحسنات مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے میزان کی شرح لکھی جو تبیان کے نام سے فارسی میں موجود ہے اس وقت

ملہ مفاتیح الجنان ص ۳۳۴ طبع نجف اشرف

شارح کا یہ فرض نہیں قرار پایا تھا کہ وہ مصنف کا تعارف کرے شرح کافی دلچسپ اور طلبہ کے ذہن کو سنوارنے میں اچھا ذریعہ ہے ایک دوسری شرح مکتبہ ممتاز العلما لکھنؤ مخطوطات میں تھی وہ میری نظر سے نہیں گذری میں نے جو کچھ لکھا وہ شارحؒ کو لکھنا چاہئے تھا۔

نورِ ایمان کا دوسرا جلوہ | اتنا یہ ہیچ مصنف کا وہ رویہ کہ ماضی اور مضارع کے چودہ چودہ صیغے قرار دیئے

اس مسلک کا دوبارہ ظہور پنج گنج نام رکھ کر ہوا۔ درس ابتدائی کی تیسری کتاب میں جس کو اہلِ علم تصریف بھی کہتے ہیں صرف پانچ باب قرار دیئے ہیں اور ہر باب میں پانچ فصلیں رکھی ہیں جو در حقیقت پانچ خزانے ہیں علوم کے اور کتاب کے دوسرے باب سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ میزان اور پنج گنج ایک شخص کا شاہکار ہیں ملاحظہ ہو۔

مرتب۔ جائے ترسانیدن و وقت ترسانیدن و مرد ترسانیدہ شدہ و فاعل و مفعول را در میزان بیان کردیم۔

(پنج گنج ص ۱۰ مطبع نظامی واقع کانپور محلہ پٹکاپور ۱۲۸۱ھ)

پانچ کے عدد سے محبت اور ایسا نہیں ہے کہ چار یا چھ بابوں پر کتاب ختم ہوئی سید کی عدد نوازی ہے۔

ملہ مولانا کا سلسلہ تلمذ قبلہ محترم تک اس طرح پہونچتا ہے کہ ان کے حقیقی بھائی اور استاد مولانا سید محمد عرف میرن صاحب قبلہ صدسالہ فاضل مجتہد حضرت قیام الدین مولوی عبدالباری صاحب مغفور وفات ۱۳۱۹ء کے معقولات میں شاگرد تھے ۔

ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ خلاق عالم نے حواس خمسہ پانچ قرار دیئے ہاتھ میں پانچ انگلیاں خلق کیں اور عبادات میں نماز پنجگانہ واجب ہوئیں اور پانچ دریا حدود پاک میں جاری ہو کر پنجاب صوبہ ہوا گر یہ بات غور طلب ہو جاتی ہے کہ دنیا کی تمام مسجدیں قدیم و جدید حتیٰ کہ کفرستان میں اب مسلمانوں کے وطن بنانے سے روشن خیال ممالک اپنے مہمان مسلمین کو مسجدیں بنانے کی اجازت دیئے چلے جا رہے ہیں سب میں تین بڑی عالیشان گنبد خواہ مسجد جامع دہلی ہو یا مسجد تحسین لکھنؤ مگر لاہور میں بیگم شاہی مسجد[1] جو مریم زمانی ملکہ اکبر بادشاہ نے ۳۲۰اھ میں تعمیر کی اس کی محرابیں بھی پانچ حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں اور گنبد بھی پانچ ہیں۔

یاران طریقت کچھ وہ تھے جنھوں نے جانوں کا خون بہایا۔ القاب چھین لئے۔ باغ غصب کئے اور ہمارے مسلمات اور نظریات کو وہ عظیم شہرت ... ڈالا اندر مردہ تھا کہ حافظ نورالدین سبحانی میاں[2] انوار گئے باغ سے باآں ریش دراز دستار بر سر جبہ بر دوش مجھے سطحی تقریر کا الزام دیتے ہوئے ... سامنے آئے اور تحقیق شروع کی۔

حافظ جی۔ دنیا بہت ترقی کر چکی ہے اب ایسی باتیں چلنے کی نہیں ہیں ذرا سمجھ کر بھلائی کھو لو کرسی ادار ... پڑھو۔

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ بابت اکتوبر ۱۹۶۵ء ص۳۲

[2] کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ پر مولوی گنج جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر یہ مزار ہے جہاں ہر جمعرات کو قبروں پر قوالی ہوتی ہے اور سنا ہے کہ بڑے لطف آتے ہیں۔

میں:۔ مجھے علم ہے کہ آپ جہاں سے آرہے ہیں آج تو چندی ہے کچھ پوچھوں تو ذاتیات کا دوسرا الزام ہوگا فرمائیں تو میں نے ایڈیٹر ہوتے ہوئے کیا غلطی کی کون سی کمزور بات حوالہ قلم ہوئی۔

حافظ جی۔ آپ ایڈیٹر صاحب پانچ کے عدد پر لفاظی کر رہے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف میں چار قل ہیں۔

میں:۔ حضور والا پہلے یہ بتائیں کہ کتاب خدا کی سورتوں کے ناموں کا معیار کیا ہے۔

حافظ جی سیاست نہ بڑھاؤ سورہ حمد شریف کا نام اس لئے الحمد ہوا کہ سورۃ کی پہلی لفظ الحمد للہ ہے۔

میں:۔ ایسا تو نہیں ہے سب سے بڑا سورہ بقرنامی سورہ جو بڑی مشکلوں[3] میں یاد ہوتا ہے وہاں تو گئو ماتا کا بچھڑا بیچ میں ذکر ہے نہ ابتدا میں اس سے شروع کی لفظ نام نہیں ہوا

حافظ جی۔ میں کچھ نہیں جانتا سورہ کافرون، سورہ توحید، سورہ معوذتین یہ چار سورے قل سے شروع ہیں اس لئے چاروں قل کہے جاتے ہیں یہ چار کے عدد کی فضیلت ہے جس کو آپ لوگوں نے ہمیشہ پردہ خفا میں رکھا۔

میں:۔ قبلہ محترم! آپ کو قرآن شریف یاد ہے۔

حافظ جی۔ یاد نہ ہوتا تو محلہ کی کسی مسجد سے آپ رمضان شریف میں نماز میں قرآن فراموش کرنے کی خبر سنتے، کسی نے لقمہ دیا ہے؟

---

[3] عبقات الانوار حدیث مدینہ ص۲۳۵ ج ۲

میں :۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کردوں آپ کو قرآن شریف یاد نہیں

حافظ جی :۔ حفظ سے دل ہو کر آپ کی بھی یہ طاقت ہے کہ میری زبان پکڑ لیں

میں :۔ ترش نہ ہوں، اچھا بات پر جمے رہنا جو سورہ قل سے شروع

ہیں وہ چار عدد قل ہیں۔

حافظ جی ۔ انشاء اللہ ایک انچ قدم نہ ہٹیں گے ۔

میں :۔ قرآن میں کتنے سورے ہیں ؟

حافظ جی ۔ ایک سو چودہ۔

میں :۔ ذرا جدا آواز میں، سخت افسوس ہے کہ تمہارا یہی ایمان قرآن پر ہے بقول تمہارے ۱۱۴ سوروں میں سورہ جن بھی تو قل سے شروع ہے پہلی آیت یہ ہے بعد بسم اللہ۔ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہٗ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ۔ قرآن میں چار قل کہاں ہیں پانچ قل ہوئے خبردار اب نہ کہنا کہ چار قل ہیں ۔ پاکستان میں اگر یہ مکالمہ ہوتا تو میں علامہ کوثر نیازی سے کہلوا کر پانچ قل کے بجائے چار قل بتانے کی پاداش میں پکڑوا دیتا بہرحال یہ جواب سنکر مولوی صاحب سیاں شہدے کی سبیل کی طرف سے دارالمبلغین چپ ہو کر چلے گئے اور کچھ نہ کہا۔ پنجتن کی یہ یاد تھی جس کو ناصبی نے پوشیدہ کیا اور لاکھوں عقیدت کیش مسلمانوں کے جذبات پامال کئے

قال قائل

بگو طوطی حدیث پنجتن پاک ۔۔۔ کہ وصف مصطفےٰ حق گفت لولاک

ملہ امام اہل سنت مولوی شیخ عبدالشکور صاحب کاکوروی نے اپنی حیات میں پاٹا نالہ پر جو تعلیم گاہ بنائی

میر حسن دہلوی

نبیؐ و علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ ۔۔۔ حسینؑ بن حیدر یہ ہیں پنجتن

اشتیاق علی شوقؔ نامہ نگار منادی دہلی

ہے پنجتن کا واسطہ پلا دے گن کے پانچ جام

نہ مٹ سکے گی تشنگی اب اپنی ایک جام سے

مرزا دبیرؔ

بولی قضا حسینؑ جو نکلے مدینہ سے ۔۔۔ لو آج پنجتن نے جہاں سے سفر کیا

سلطان ہند اجمیر شریف کی مثال علم الاعداد کا معنی خیز اشارہ نور ایمان کی ایک اور چھوٹ

قلندر کی شخصیت پر جو مقالات منظر عام پر آئے ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ درگاہ عالیہ کے صدر دروازہ پر علم مبارک حضرت عباس نامدار ۱۱۰ فٹ بلند نصب ہے لکھنؤ میں بھی چہلم اور ۸ ربیع الاوّل کو چپ تعزیہ کے بعد آسمان سے باتیں کرتی ہوئی چھڑیں نکلتی ہیں اور علم کی یہ بلندی اس طبقے کے رغم الف کرنے ہے جو کہتا ہے کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ قدرت خدا ہے کہ ریگستان میں اتنا اونچا علم باد سموم سے محفوظ رہکر اب تک بلند ہے نہیں کہا جا سکتا کہ صاحب مزار کی یہ وصیت تھی یا پاکباز نیک دل عمارت بنوانے والوں کا یہ اقدام تھا کہ علم کی رفعت ۱۰۹ فٹ ہوتی تو ہمارا کیا بس تھا اور ۱۱۱ فٹ پیمائش کی جاتی تو کیا چارہ تھا طول ۱۱۰ فٹ اور یہی امام الاولیا حضرت "علیؑ" کے اعداد ہیں اس علم کا فوٹو معزز جریدہ جنگ میں موجود ہے ابجدی حساب سے کسی امر کی طرف اشارہ

وہ رازدارانہ فعل ہے جو دانشمندوں کے کلام میں برابر پایا جاتا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ مقصد عام نہ ہو فقط سمجھنے والے سمجھیں چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے لوحِ مزار پر یہ دو شعر کندہ ہیں جن کو بعض خوش نصیب زائروں نے چادر ہٹنے پر پڑھا اور بڑے عالمانہ اشارہ ہیں

احکام الٰہی بہ سند می آید | من گفت حدیث مستند می آید
ایں جار انفاق و منکر و خائن نیست | ایں بیشہ شیر است اسد می آید

لوگ پیش کردہ الفاظ کے عدد نکال کر مطلب کی تہ تک پہنچتے ہیں میرے پاس اتنا وقت نہیں جو طبع آزمائی کروں آخری مصرعہ عوام اس قدر حل کرسکے کہ شیروں کے بیشہ میں شیر ہے ہونا چاہئے ٹھیک ہے مگر پہلے کے دو مصرعوں میں جو سیاق و اسلوب تھا وہ اس مصرعہ میں بھی ہے اور ہر مصرعہ ایک شان کا ہے اس کا حل اس خادم دین سے سنو اسد کے بحساب ابجد ا۔ الف، ۶۰۔ سین، ۴۔ دال، میزان ۶۵، اس میزان کو عدد موخر جفری لحاظ سے یوں لکھو ۵ + ۶ = ۱۱ ہوئے ایک نقطہ (صفر) دیا ایک سو دس ہوئے اور حضرت علیؑ کا نام ہاتھ آیا خواجہ صاحب نے اجمیر شریعت کے مخالف گردوپیش میں جس نام کے عدد کو اسد کے پہلے پردے میں چھپایا پھر چادر قبر لے دوسرا حجاب ڈالا اس کو سیہون شریف کے مزار پر ۱۱۰ فٹ کا علم نصب کرکے اتنا اونچا کر رہا ہے کہ چھڑے سے نام آشکار ہے۔

منتخب کلام | اب ہم چند شعران کی فکرِ رسا کے نذر قرطاس کرتے ہیں

من بندۂ خدایم | ہم شاہ و ہم گدایم
ہم وصل ہم جدایم | مست الست ہستم

وہ عبدیت جس کو سرکار دو عالم روحی فداہ کا نمایاں وصف خلاقِ عالم نے قرار دیا ہے کس خوبصورتی سے اس کا اقرار اور فقیر ہونے کا اظہار اور روزِ الست کا حوالہ تشریح طلب ایمان افروز شعر ہے جس کے حل میں دفتر چاہئیں سب سے واضح مطلب جو پہلے مصرعہ میں واضح ہوا ہے وہ خدا کی بندگی کا اقرار ہے اور یہ ان کے کردار کی وہ روشن دلیل ہے کہ انھوں نے انا الحق نہیں کہا دوسرے مصرعہ میں وصل کے معنی حدیث قدسی سے لئے گئے ہیں خدا فرماتا ہے کہ مومن مجھ سے ہے[1] جدایم کی لفظ پھر مخلوق ہونے پر گواہ ہے۔

باسمٰعیلؑ پیغمبر با براہیمؑ بن آذر
دران سر وقت قربانی بہ قربانگاہ ہستم

یقیناً نارِ نمرود کے وقت وہ اور جملہ صحیح النسب سادات خلیل اللہ کے صلب میں ان کے ساتھ تھے اور اسی طرح قربانگاہ میں وہ چھری کے نیچے موجود تھے اس لئے کہ اس وقت تک اسمٰعیلؑ سن بلوغ کو نہیں پہنچے اور نور محمدی ان کے صلب میں نمایاں تھا۔ عرب میں چچا کو تہذیبِ اسلام کے تحت میں باپ کہتے ہیں چنانچہ سرکار دو عالمؐ کو یتیم ابی طالب اسی بنا پر کہتے ہیں۔ فاضل شاعر نے ابراہیم بن آذر قرآنی استعمال کے لحاظ سے فرمایا ہے ورنہ ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا

---

[1] جواہر سینہ صد احادیث قدسیہ

وصی مصطفےٰ علی است بگو — بخدا راہ نما علی است بگو
سرور اولیا علی است بگو — نور ایمان ما علی است بگو
حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم

چہاردہ تن شفیع عصیانم — مہر شاہ است ابن ایمانم
غیر ازیں چہاردہ نمی دانم — مدح شہ روز و شب ہمی خوانم
حیدری ام الخ

یاد رکھو وہ کہتے ہیں کہ میں چودہ کے سوا کسی کو نہیں جانتا اور دن رات مدح شہ کرتا ہوں ہم ان کو سچا سمجھیں یا جناب والا کی دی ہوئی خبر کہ وہ ناچتے تھے مدح سے ان کو فرصت کہاں ملتی تھی۔

حضرت سیدۃ النساء زہرا — آں عزدیافت عصمت تقویٰ
میکنم لعنت بر دشمناں روا — حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم

یہ وہی اشعار ہیں جو الزہرا سوانح خاتون جناں رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں درج کرکے لکھا ہے براہ کرم ان اشعار کا جو مطلب ہے قلندر کا وہی مذہب تھا یہ اشعار میں اپنے گھر سے نہیں لایا ہوں یہ سندھ کا تحفہ ہے جو آپ کے مرکز سے چھپا ہے سمجھئے اور مفہوم کو دل نشیں کیجئے ہم فقط ان کی آواز آپ تک پہونچاتے ہیں آپ کا اس طبقے سے تعلق ہے جس کے انذار اور تبشیر میں قلندر نے عمر صرف کی آپ ان کے میزبان مگر امتی ہیں وہ سادات کے گھرانے سے ہیں ہم ان کو زیادہ سمجھ سکتے ہیں اگر یہ دو شعر کسی وجہ سے نہ سمجھ سکیں تو کسی عربی داں فارسی جاننے والے سے معانی پوچھئے جس طرح دوا درد دوچار کی میزان دلیل کی محتاج نہیں

ہے اسی طرح شعر ان کے عقائد کی تصویر ہیں۔

اس کے بعد بارہ اماموں کے نام پوری تفصیل سے نظم کئے اور وہ شعر بھی ہے کہ دشمن امام موسیٰ کاظم کافر مطلق ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہرگز ہرگز اسمٰعیلی فرقے کی طرف میلان نہ تھا آخری شعر ؎

قائم آل مصطفےٰ مہدی — قاتل خصم مرتضےٰ مہدی
جو علی مظہر خدا مہدی — نور ایمانست ما مہدی

اس شعر سے واضح ہے کہ وہ بارہویں امام کی غیبت اور وجود کے بہ زور حامی تھے اور بقول حضرت فریدالدین عطار رحمت اللہ علیہ یہی مسلک تمام اولیاء کا تھا ؎[1]

صد ہزاراں اولیا روئے زمین — از خدائے تعالیٰ مہدی سا یقین

یہ ۲۳ بندوں کے جستہ جستہ اشعار تھے اکیسواں بند یہ ہے

من مسلمانم علی دانم — در تولا بصدق ایمانم
بر سر منافقان تیغ عریانم — بر عدد ذوالفقار حیدرانم

آخری بند نقل نہیں کر رہا ہوں اس کو خود لال قلندر مرتبہ قیوم راشد سندھ گورنمنٹ پریس کراچی بار چہارم ۱۹۷۰ء میں دیکھئے۔

چند سوالات

(۱) تولا کے ساتھ دوسری متضاد کون سی لفظ استعمال ہوتی ہے۔
(۲) منافق کسے کہتے ہیں قرآن حکیم نے پیغمبر کو ان سے جنگ کا حکم دیا تھا یا نہیں۔

---

[1] کلیات عطار ص۵۶ مطبع گیلانی پریس

(۳) سورۂ منافقون جمعہ کی نماز میں کون پڑھتا ہے۔
(۴) تیغ عریاں کو بالفاظ دیگر ننگی تلوار اور فارسی میں شمشیر برہنہ کہتے ہیں اس مصرعہ سے قلندر کا رویہ متشدد تھا یا نہ روادار تھے

غسل شریف | مزار کے پتھر کو سال بھر کے بعد دھویا جاتا ہے اور یہ پانی عقیدت کیش تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اس کو شرع کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے اور علما فرماتے ہیں کہ بعید نہیں یہ استحباب ۴۰ دن یا ۴۰ مہینہ تک ہو اعلم العلماء کے اس حکم کا بالفاظ دیگر مطلب یہ ہوا کہ ۳ برس ۴ مہینے قبر پر پانی چھڑکنا چاہیئے اس کے بعد شارع خاموش ہے اس جز کی جو علت ہو کسی سیاح نے عقلی راز یہ بتالیا ہے کہ قبر شکن جانور گیلی مٹی پر پنجہ نہیں مارتے پانی چھڑکنے سے نیت کو درندوں کی شر سے بچانا مطلوب ہوتا ہے آب پاشی ۳ سال مستحب ہے اس کو غسل شریف کہو تو ہم کو عذر نہیں مگر حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہ کے فضائل میں ایک نبوی حدیث ہے اس کی روشنی میں ہم کو سبق لینا چاہیئے۔ غزوۂ خیبر کی واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اس کا اقتباس لیضرورت یہ ہے لولا ان تقول فیلک طوائف من امتی ما قالت النصاری فی عیسی بن مریم لقلت فیک مقالا لا تمرّ علی ملأ من المسلمین الا اخذ والتراب من تحت رجلیک وفضل طهورک یستشفون

لہ عروۃ الوثقیٰ سید طباطبائی علیہ الرحمۃ

بهما ولکن حسبك ان تکون منی بمنزلۃ هرون من موسیٰ الخ

اگر میری امت تمہاری شان میں وہ کہنا شروع نہ کریں جو عیسیٰؑ کے بارے میں انگریز کہہ رہے ہیں تو میں تمہارے لئے وہ کہتا کہ نہ گذرتے تم مسلمانوں کے کسی مجمع پر مگر وہ تمہارے قدموں کی خاک اٹھاتے اور تمہارے وضو کے پانی کو جمع کر کے مریضوں کو شفایاب کرتے مگر تمہارے لئے کافی ہے کہ تم سے مجھ کو وہ نسبت ہے جو ہرون کو موسیٰؑ سے تھی ملاحظہ ہو۔

(۱) حافظ ابوالحسن علی بن محمد طیب جلالی معروف بابن مغازلی شافعی صاحب مناقب
(۲) مناقب موفق بن احمد خطیب الخطباء خوارزمی۔
(۳) الاکتفا فی فضائل الخلفا ابراہیم بن عبداللہ یمنی وصابی شافعی
(۴) شرف النبوۃ ابوسعید عبدالملک ابن ابی عثمان بن محمد بن ابراہیم الخرگوشی
(۵) کفایۃ الطالب محمد بن یوسف گنجی شافعی
(۶) وسیلۃ المتعبدین ملا
(۷) کتاب الشفا ابن اسبوع اندلسی
(۸) ارجح المطالب ۴۵ ص ۵۰۰ نول کشور لاہور

اس حدیث وحی آموز کے ذیل میں نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ جس کی طرف ہر دل کھنچتا ہے اس کی ذات اور ہاتھوں کے دھوون کو رسولؐ نہیں چاہتے کہ لوگ بیماروں کو پلا کر DISPENSARY کھولیں۔ بعض تنگ خیال قاری سمجھتے ہیں کہ میں قلندر کی شخصیت پر شیعی نقطۂ نظر سے قلم اٹھا رہا ہوں مرقومہ

بالا آٹھ کتابوں میں سے ایک کتاب بھی شیعہ مصنّف کی نہیں ہے۔

نورِ ایمان کی شمعیں کہاں اور کیونکر جلتی رہیں

(۱) حیدر آباد کا پرانا نام نیرون کوٹ تھا کلھوڑوں کے زمانے میں اس کا نام حضرت علیؑ کے نام نامی سے منسوب کرکے حیدر آباد نام رکھا یہ ذکر ہے ۱۷۶۸ء کا۔

(۲) سولہویں صدی میں ایک بزرگ "میاں علی" نامی پنجاب پہونچے اور یہ پردیس میں قیام کیا۔ ان کی خدمات، سچائی روحانیت کا عوام و خواص پر وہ اثر ہوا کہ آبادی کا نام میاں علی ہو کر کثرت استعمال نے میانوالی قرار دیا۔ اتنا تو میں جانتا ہوں جو معزز جریدۂ جنگ کراچی ۲۴ جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت سے معلوم ہوا تھا باقی میرے رفیق ڈسٹرکٹ جیل لکھنؤ صدر مطالبات کمیٹی مولانا مرزا یوسف حسین صاحب لکھنوی سے پوچھو جواب ان کا وطن ثانی ہے ؏

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(۳) آسام کے علاقے کو بھی ہمارے اسلاف نے اپنی تبلیغ سے سرفراز کیا اور باباشاہ جلالؒ نے جس علاقے میں تبلیغ اسلام شروع کی تو ہندو آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ نے مدافعت میں جہاد کیا اس جنگ میں دشمن نے بزدلی سے آپ کی طرف پتھر کی ایک بڑی سِل کھینچ ماری۔ آپ نے فرمایا۔ سِل ہٹ جا۔ زمانے کی روش نے شہر کا نام سلہٹ قرار دیا۔ میری ۲۲ سال پہلے کی بیماری پر وہاں کے مومنین کی طرف سے جو مالی امداد ہوئی اس کا اب شکریہ ادا کرتا

ہوں۔ مولاؑ کا ارشاد ہے جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں ہوگا۔

طلب الکل فوت الکل

جب کہ ہم اپنی مذہبی اور اسلامی زبان سے نابلد ہوگئے اس خالص عربی عنوان کا سرخی قرار دینا عوام پہ بار ہوگا مگر ہم جان بوجھکر ان کو مجمع عربی کی زبان سمجھنے پر دعوت دینا چاہتے ہیں آج کسی اخبار کے ایک صفحہ میں بھی اگر مشرقی تعلیم کا منتہی نگاہ کرتا ہے تو ہر دو سطر کے بعد اس کو وہ انگریزی لفظیں زینتِ قرطاس نظر آتی ہیں جس کے معنی وہ یقیناً نہیں سمجھتا مگر اس کی جبینِ نیاز خم ہے اس لئے کہ گردوپیش کے زیادہ سے زیادہ لوگ تو سمجھتے ہیں مگر تم نہ سمجھے تو تم سے زیادہ قابلِ الزام کوئی نہیں۔ سو برس تک حکومت کرکے چلے جانے والے انگریز تو اپنی زبان تمہارے دل و دماغ میں اتار گئے اور یتیم ابی طالب کی تیرہ سو برس سے سلطنت اس قدر ناکام ہے کہ تم اس کی زبان نہیں سمجھتے اور مولویوں پر ہنستے ہو۔ ہماری تو پاکستان میں آکر جان عذاب میں پڑ گئی وقف بری شاہ لطیف نورپور، وقف شاہ تبریز، وقف شاہ کوٹ، وقف شاہ چن چراغ، وقف نبی شاہ زیرنی سرگودھا اوچ شریف میں سیّد السادات شیر شاہ جلال الدین بخاری سرخ پوش کا مزار جن کا عرس بخاری سادات کی طرف سے غالباً ۹ اپریل کو ہوتا ہے مزار نور پور شاہان میں قبر پر جو پتھر ہے وہ تو اثنا عشری حضرات کے عقائد کو واضح کرتا ہے۔

ایک واقعہ نگار کے لئے بڑی مشکل کی یہ بات ہے کہ وہ سب پر قلم

اٹھائے۔ عمر میں اتنی گنجائش کہاں کسی ادارے کے سپرد اور سرمایہ دار کے چشم و ابرو پر کام ہوتا تو ہیئت علیہ ہاتھ بٹاتی محکمہ اطلاعات کی کششیں کی جاتی۔ ایک ایک اطلاع پر تحقیق و تدقیق کی نظر ہوتی اب خادم قوم کے سامنے جو کچھ ہے وہ اخبارات کی شائع شدہ اطلاعات ہیں۔ صحت و سقم کے ذمہ دار مصادر ہیں میری حیثیت ناقل کی ہے لہذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ قلم اٹھانے والے ارباب تحقیق کے لئے میں ایک فہرست تو مختصر کوائف کے ساتھ مرتب کر دوں جو وقت ضرورت اور عندالحاجتہ کام آئے گی مطالبات میں کامیاب ہونے والے اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

لہ یہ رائے صحیح نہیں ہے بڑے بڑے محکمے بسا اوقات ناکام ہو جاتے ہیں ۱۹۱۶ء میں نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے تاریخ اسلام کی ترتیب و تدوین کے لئے ایک محکمہ قائم کیا جس کے منتظم مورخ اسلام مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری قرار پائے تھے کچھ دیا ہوا کہ خدمت دیتے انجام نہ پائی اور دل کی حسرت دل ہی میں رہی یہی حال راجہ صاحب کی سٹیٹ کی تفسیر رضوی کا ہوا تقسیم ملک سے پہلے کے تمام شیعہ علماء سیاست میں بار بار جمع ہوئے اور ۱۹۴۲ء کے انقلاب نے قرار داد کو جڑ سے اکھاڑ دیا مگر گروپ کے علیحدہ شدہ ایک ممبر نے مدرستہ الواعظین لکھنؤ سے بسم اللہ شریف کی تفسیر پورے چھ برس اپنے جریدہ میں قسط وار شائع کی اور اس ادارے کے محرک مرحوم خطیب اعظم و قائد ملت مولوی سید محمد صاحب قبلہ دہلوی نے قرآن حکیم کے ۱۸۰ آیات کو اسلامی نادیہ نگاہ سے اپنے اہتمام سے مرتب کرایا جو ان کے بلند اقبال فرزند مولوی سید محمد صاحب جوہر خطیب آل عبا کے پاس موجود ہے۔ سردار جعفری بی اے مدرس (ادارہ)

شاہ عبداللطیف بھٹائی

دادئ مہران کا عظیم شاعر نام نامی سید حیدر شاہ تھا ماہ صفر ۱۱۶۵ھ ۶۳ برس کے سن میں اللہ کو پیارے ہوئے سندھ میں ان کا مزار حیدرآباد سے قریب ہالہ کے علاقے میں بلندی پر واقع ہے سامنے تالاب بہہ رہا ہے واقعہ کربلا کو نظم کا جامہ پہناتے ملے ان کو بڑی کاوش تھی اقبال شوقی نے ان کے اشعار کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو تحفۂ لطیف کے نام سے شائع ہوا ہے

رموز زندگی سب کو بتا کر — شہادت کی لگن دل میں لگائے
بہادر بے زرہ نکلے ہیں ان میں — متاع زندگی ساری لٹا کر

شہادت حسینؑ پر عالم انسان و حیوان چرند و پرند میں تلاطم ہے ان کا یہ شعر ہے ؎

پرندے ہیں زمیں پر پھڑ پھڑا کر — صدائیں کر رہے ہیں کچھ دعائیں

مزار میں داخلے کے دروازے پر چہاردہ معصومین کے مقدس نام لکھے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے محراب کی شان دوبالا ہے تعویذ قبر صد بیت کے اوپر جو حضرت عباسؑ کا علم نصب ہے اس پر باعلی کندہ ہے تالاب سے متصل ایک لائبریری اور صوفی لٹریچر ہے۔

سچل سرمست کی وفات ۱۲۴۲ھ

وہ تمام بزرگان سندھ میں تقریباً آخری ہستی ہیں خیرپور میں دفن ہیں ان کا مزار رانی پور اور گمبٹ ریلوے اسٹیشن کے درمیان دراز اکا کل

لہ روزنامہ جنگ کراچی ۳ مئی ۱۹۶۲ء

میں واقع ہے ان کی قبر پر عالیشان مزار ہے ۱۲ رمضان کو عرس ہوتا ہے۔ توصیف چغتائی نے ان کو وادیٔ مہران کا صوفی شاعر ظاہر کرتے ہوئے فاروقی خاندان کا بتایا ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ ہم اوست کے سوا ان کا کوئی تاثر نہ تھا یہ دعویٰ صحیح نہیں ان کا کلام سات زبانوں میں پایا جاتا ہے۔

بابا ولی قندھاری حسن ابدال ضلع کیمبلپور میں پہاڑی پر یہ مزار ہے خیال ہوتا ہے کہ صاحب قبر کا نام حسن ہوگا اور اس نسبت سے لوگ ان کو ابدال میں قرار دیتے تھے۔ ابدال کا [illegible] اسلامی زاویۂ نگاہ سے مخصوص اور قوی حقیقت رکھتا ہے سکھ یاتری بھی مزار پر جاتے ہیں وہ گرو نانک کے ہمعصر اور دوست تھے۔ میں نے پاک کے ابتدائی سفر میں علم جفر سے سوال کیا کہ قبر کس کی ہے تو جواب نکلا تھا کہ کچھ دن اور ریاضت کرو۔ اس کے بعد پوچھنا یہاں تک کہ اخبارات میں یہ تھا۔

داتا گنج بخش [illegible] سبکتگین ۳۸۹ھ تا ۴۲۲ھ پیدا ہوئے ان کا سنہ پیدائش [illegible] ہے مشہور صوفی ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن امام قشیری المتوفی ۴۶۵ھ سے ملاقات کی نام نامی علی ہجویری تھا باپ عثمان تھے اور افغان کے شہر غزنی میں رہتے تھے جس محلے میں یہ ولادت ہوئی اس کو ہجویر کہتے ہیں لاہور کے بھاٹی دروازے کے باہر جانب غرب سبز رنگ کا گنبد ہے۔

له روزنامہ جنگ کراچی [illegible]

اور نذرانے کی اوسطاً رقم ۴ ہزار روپے یومیہ ہے جو زائرین چڑھاتے ہیں داتا صاحب کی اصل قبر کچی تہ خانہ میں ہے اوپر چبوترہ ہے اور اس کے اوپر تعویذ تیرا سنگ مرمر کا جو مزار بنا ہے وہ بالائی حصہ پر ہے جس پر چادریں چڑھتی ہیں[1]۔

(اطلاع) ضلع راولپنڈی تحصیل گوجرخان[2] کے حلقے میں ایک قصبہ سدکسری واقع ہے کہ جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ جس نے نہیں دیکھی کربلا وہ دیکھے سدکسری۔ تقسیم ہند کے بعد یہ قصبہ تقریباً برباد ہو گیا ہے یہاں کی جامع مسجد چار سو سال پہلے سادات نے تعمیر کرائی تھی جس میں ہزار برس پہلے علیؑ ولی اللہ کی آواز بلند ہوتی تھی۔

چنن پیر کا مزار بہاولپور احمد پور شرقیہ[3] اور قلعہ ڈیراور ۲۵ میل کے برابر فاصلے پر ہے اور مزار عجیب حالت پر ہے نہ قبہ ہے نہ سنگ مرمر کی قبر ہے بلکہ ریت کا سادہ سا ڈھیر ہے جسے پتھروں سے جما دیا ہے چنانچہ چیت کے مہینے اور اس کے بعد کی سات جمعراتیں صحرائے چولستان میں لاکھوں حاجت مند گزرتے ہیں اس علاقے میں ہندو راجہ کی حکومت تھی جو دشمن اسلام تھا اس کے گھر میں خوبصورت بچہ پیدا ہوا اور باپ جب دیکھنے آیا تو بچہ کلمہ طیبہ پڑھنے لگا اس نے قتل کا حکم دیا۔ رانی نے مزاحمت کی اور طے پایا کر بچے کو بیرون سلطنت پہونچا دیا جائے چنانچہ بچے کو بیرون مملکت درخت کے نیچے جلتی زمین پر لٹا دیا پتہ معلوم ہونے پر رانی وہاں پہونچی تو دیکھا کہ

له اخبار اسد لاہور ۱۰ جنوری ۱۹۷۱ء لله اخبار جنگ ۱۳ اپریل ۱۹۷۱ء

وہ صندل کے جھولے میں لیٹا ہوا مسکرا رہا ہے اس نسبت سے وہ چھنکن پیر یعنی صندل والا پیر مشہور ہوئے اس جلالی بزرگ کی وفات بھی زمین شق ہو کر سما جانے پر ہوئی اور نشان بند ہوا۔

یہ واقعہ اگر افسانہ نہیں ہے تو عہد قدیم میں وحی کو دک کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے جو عباء الانوار جلد ۲ صـ ۲۲ میں بڑی تفصیل سے آپ دیکھ سکتے ہیں اور ریاست محمود آباد ضلع سیتاپور میں گر پاکستان کے ایسے سلجھے ہوئے خیالات کے لوگ ہوتے تو محرم کے موقع پر گہوارہ کا مقدمہ عزاداروں کے خلاف دائر نہ ہوتا۔

سخی سلطان بابا منگھو پیر | محترم انعام محمد صاحب کی تحریر ہے۔ کراچی سے گیارہ میل دور شمال میں کھر تھار اور راسب پہاڑیوں کے دامن میں ایک اولیاء اللہ کا مقبرہ ہے جن کا نام نامی حاجی حسن المعروف سخی سلطان بابا منگھو پیر چشتی ہے آپ سات سو سال پہلے کی صدی میں اس برصغیر میں تشریف لائے تھے ماں کی جانب سے حضرت امام حسنؓ اور باپ کی جانب سے حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں تھے۔ تاتاریوں کی یورش کے خلاف جنگیں لڑیں۔

دیکھئے پھر وہی استعمال ایک شخص کو اولیاء کہنا کس قدر اصول سے ٹکراؤ ہے اور آج کل تو "ارباب سکندر" وغیرہ نام برابر رکھے جا رہے ہیں یہ سراسر صاف ہو رہا ہے اس جم غفیر کا جو کہتا ہے کہ انما ولیکم اللہ و رسولہ سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد نہیں ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت لال شہباز قلندر کے ہمعصر تھے اور آپس میں دوستی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ عزیز داری تھی سادات سب آپس میں رشتہ دار ہیں اس علاقے میں ایک تالاب ہے جس میں کئی مگرمچھ ہیں اس مناسبت سے آپ کو بابا منگھو پیر یعنی مگرمچھ والا پیر کہتے ہیں فی الحال وہاں ۵۰ اگرمچھ موجود ہیں اس سے پہلے تعداد سو نفر تھی یہاں سے متصل وہ چشمہ بھی ہے جس میں گندھک کا آمیزش ہے اور جلدی امراض کے بیمار نہاتے ہیں ان کے بھائی کا نام ... شاہ بخاری تھا ان کا مزار بھی قریب ہی ... بابا منگھو پیر ۸ ذی الحجہ کو مالک حقیقی سے جا ملے ہر سال ۸، ۹ ... ان کا عرس ہوتا ہے بیشتر اولیاء اولاد رسول تھے ... بدایونی لکھتے ہیں۔

بجو احمد سے قرابت ہے احد سے قربت | قرب اللہ و نبی ہے ... بتایا ... کیا کیا
قطب و اوتاد و ولی خواجہ و غوث و ابدال | نسل سے تیری ہوئے ... عرفان کیا کیا

بری امام | اسلام آباد سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر سبز پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں نور پور شاہان آباد ہے۔ یہاں ایک مرد قلندر خدا رسیدہ سید عبداللطیف کاظمی دفن ہیں اور مزار ان کا زیارت گاہ خلق ہے بارہ مہینے زائروں کا ہجوم رہتا ہے۔ ایام عزا محرم سے چہلم تک دینی چہل پہل بڑھ جاتی ہے ... کا یوم غم ہمیشہ سے اس مزار پر منعقد ہو کر ماتمی جلوس اٹھتا ہے ... راجہ ظفر الحق ... وابستگی ہونے کی وجہ سے مزار کی رونق بہت بڑھ گئی ہے اور محکمہ اوقاف چڑھاوے نذر نیاز کا محافظ ہے جو کثیر رقم کی صورت میں

پہونچتے ہیں نورپور کی آبادی تخمیناً دوہزار نفوس پر مشتمل ہے جس میں پونے دوسو گھر اثنا عشری مذہب رکھنے والوں کے ہیں جو پرانے رہنے والے ہیں اور بنی روایات کے تحت ہی لبستی بھر میں ہر دلعزیز اور کارفرما وہی طبقہ شمار ہوتا ہے اور سادات کی سب قدر کرتے ہیں صاحب مزار کو حضرات سنت وجماعت اپنا مقتدا اور شیعہ اپنا ہمصفیر قرار دیتے ہیں یہ فیصلہ کہ وہ شیعہ تھے یا سنی میرے نزدیک اتحاد ملت کے منافی ہوگا اور بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت حضرات خلفاء کے ہاتھ میں رہی اور امامت کا نہ ان افراد نے دعویٰ کیا نہ اس عہد کے لوگوں نے ان کو امام کہا ۔ امامت حضرت کے کنبے میں رہی اور وہی صدیوں سے بارہ امام کہے جاتے ہیں لہٰذا امام بری کی ہو نہ ہو وہی حیثیت ہو اور ان کو ریگستان کا پیشوا اس طرح کہا گیا جیسے امام جمعہ، امام جماعت ۔ صاحب مزار کے والد کا نام سید محمود شاہ تھا ماتمی جلوس کا وہاں سے ہمیشہ اٹھنا بھی ان کے مذہب کو پردے میں نہیں رکھتا ۔ عزاداری اگرچہ مسلمانوں میں مشترکہ دستور ہے مگر کبھی کسی کا وہاں مانع نہ ہونا بھی خالی از علت نہیں ملحقہ مسجد شیعہ حضرات کے قبضے میں ہے اور سنگ مزار کی تحریر سے بھی ان کا غیر شیعہ ہونا ثابت نہیں ۔ اس اطلاع میں قوت نظر آتی ہے کہ وہ تین بھائی تھے بری شاہ، لطیف شاہ، چن چراغ شاہ کمال وسط الذکر کا تشیع ان کے موجودہ وقت سے واضح ہے کہ ان کے برآمدہ کے مرکزی محراب پر یہ شعر ہے ؎

نوشتہ بر در جنت بخط سبز وجلی — شفیع روز قیامت محمد است و علیؑ

میرے مخلص دوست نقوشِ راہ کے مصنف پنجاب ڈسٹرکٹ گزیٹرز جلد ۲۰۔ اے کے حوالے سے راولپنڈی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر مرحوم کے زمانے میں امام بری حیات تھے اور بادشاہ نذر عقیدت پیش کرنے کی غرض سے نورپور شاہاں حاضر ہو چکے ہیں ۔

اختتامی تبصرہ ۔ بس اب میں قلم روکتا ہوں یہ تھے عام بھائیوں کے پیروں کے حالات جن پر کوئی کتاب اس زمانے میں نہیں ہے شہباز قلندر اکادمی کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان کا مکمل دیوان شائع کرے اگر اس کے مکتبہ میں کوئی تحریر خطی ہو تو عکس پیش کرے ایک مکمل سیرت ترتیب دی جائے جس کو خوش تحریر نہ لکھیں مرحوم رئیس احمد جعفری اور نیاز فتحپوری کے معیار کا تجربہ کار عربی دان اور قوم سے متعارف قلم اٹھائے حفظ مراتب پر ضرب نہ آئے ۔

فارسی کے ماہر ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی پی ایچ ڈی طہران یونیورسٹی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں عام لوگ معاف رکھیں مرنے والوں کا ذکر ان کی اچھائی پیش کر کے مستحسن ہوتا ہے نہ یہ کہ ان کو ایک تارک الصلوٰۃ واجبات سے آنا دیتا پایا جائے جو کئی کتابوں کا مصنف ہو اس کو نکتہ چینی کا موقع نہیں تھا خواہ کو ان کے کمال معرفت کا یقین رکھنا بھی ان کی دینیت کتاب کے ناموں سے واضح اور جوشن کبیر کی فصل نمبر ۹۴ کا فقرہ ان کے زیر نظر ہے یا من فی المیزان[1] قضائے انسانیت پر خدا کے آخری فیصلے کا مرکز

---

[1] حضرت امام زین العابدینؑ نے دعائے ختم قرآن میں کتاب خدا کو میزان قسط فرمایا ہے شفاء لمن انصت بفہم التصدیق الی استماعہ ومیزان قسط لا یحیف عن الحق لسانہ وحیفہ کاملہ، یہ ارشاد قرآن اور اہل بیت کے اتحاد پر دلیل ہے اور آل رسولؐ کے میزان ہونے پر ایک مزید سند ہے ۔

کردار کی ترازو ہے آدم بر سر مطلب طول بہت ہو چکا ہے اچھوت پریس نے کچھ نہیں لکھا ابراہیم زئی تحصیل ہنگو کے درعباس پر وہاں کے متعین واعظ کو قلعہ اٹھانا چاہیے پاکستان پر کئی مقالات لکھنے کے بعد حرفِ آخر پیش کرنا چاہتا تھا کہ ایک بیٹے مانس بھیجے ہیں لاہور کی کسی پارٹی کو ہوا دے رہا ہوں انھوں نے ناحق مرید گریباں لکھ کر اچھی طرح میری خبر لی۔ اور میں نے حفاظ ذکی میں تحقیقات کو روکا۔ اس دنیا میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو نہ خود کام کرتے ہیں نہ دوسروں کو کام کرنے دیتے ہیں۔ بہرحال اس کو نہ بھولنا کہ سیہون شریف کو شہرت دینے والا صاحبِ مزار مہاجر تھا جس نے سبق کو پہنچایا اور ہم میں سے تھا ؎

مرادِ ما نصیحت بود گفتیم　　حوالت با خدا کردیم و رفتیم

اے - ایم اختر نگری

۱۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ روز فتح بدر

قطعہ ——— از ناطق امروہوی

بے ساختہ جو لب پہ نام آگیا تمہارا
طوفاں میں مل گیا ہے فوراً مجھے کنارا
ہر دم میری زبان پہ مولا علیؑ علیؑ ہے
اے گردشِ زمانہ ہوں کیوں میں بے سہارا

قلندر پر پہلی کتاب کے تبصروں کی اصل

اخبار رضا کار ہفتہ وار لاہور | لال شہباز قلندر مؤلفہ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی، صفحات ۰ ہدیہ ایک روپیہ پچاس پیسے علاوہ محصول ڈاک، کاغذ، کتابت، طباعت گوارا ——

زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی لکھنوی نے سیرت نگاری میں بڑا نام پیدا کیا ہے شہدائے کربلا کی مجاہدانہ زندگی پر ان کی کئی مختلف تصانیف ملک سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں انھوں نے حضرت غفران مآبؒ کے حالات پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جس میں تحقیق و تدقیق کا حق ادا کیا ہے۔ حضرت لال شہباز قلندر بھی ان کی نئی علمی و تاریخی کتاب ہے جس میں تاریخ کے مختلف گوشوں کو بڑی دیدہ ریزی سے اجاگر کیا ہے حضرت لال شہباز قلندر اپنے وقت کے بڑے صوفیوں میں شمار ہوتے تھے ان کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے ؎

حیدریم قلندرم مستم　　بندہ مرتضیٰ علیؑ ہستم

مولائے کائنات کی غلامی کا یہ شرف ہے کہ آج دنیا کے کونے کونے میں حضرت لال شہباز قلندر کا نام پہونچ چکا ہے اور شب و روز عقیدتمندان باصفا ان کے مزار کا طواف کرتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ ان کی سوانح حیات ان کے علمی درجات، ان کی زندگی کے مختلف واقعات ان کے مذہبی تاثرات پر محتوی ہے مولانا نے کوشش بسیار کے بعد مختلف تاریخی واقعات کو نہایت سلیقہ سے مرتب کر کے پیش کیا ہے امید ہے کہ قارئین کرام ان کی محنت کی داد دیں اور کتابچہ کی خریداری میں عجلت سے کام لیں۔ ۸ اپریل ۷۳ء

شیعہ لاہور | لال شہباز قلندر مؤلفہ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی
اس رسالہ میں مؤلف موصوف نے لال شہباز قلندرؒ کے حالات زندگی بڑی محنت سے لکھے ہیں اور حکیم سید محمود گیلانی نے سولہ صفحات پر مشتمل تقریظ لکھی ہے اور ثابت کیا ہے کہ سندھ ہری جھولے سیہون شریف کا روحانی پیشوا قلندر بھی باب علم و حکمت حضرت علی کی بدولت فیضیاب ہوا کتاب نہایت مفید ہے خرید کر لطف اٹھائیے۔ قیمت ۵۰/۱
ملنے کا پتہ ۱۴۲/۱ اے رحیم آباد فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۸ پاکستان

قرآن اور وجود باری | سکھوں کے راس و رئیس گرو نانک بھی کبیرا کی طرح وحدت الوجود کے قائل تھے چنانچہ ان کا یہ شعر سننے کے قابل ہے ؎

جے کارن تٹ تیرتھ جائے ۔۔۔ رتن پدارتھ گھٹ ہے پائے

یعنی تم جس کی طرف تیرتھ جاتے ہو وہ خدا تو تمہارے من ہی میں موجود ہے وہ قرآن مجید پر بھی ایمان رکھتے تھے یہ شعر ملاحظہ ہو ؎
کل پردان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران ؛ نانک ناؤں بھیا رحمٰن کر کرتا تو ہی کو جان
یعنی کلیگ کے زمانے کے لئے صرف قرآن شریف ہے منظور شدہ کتاب ہے اس کے علاوہ دوسری پوتھیاں اور جملہ پوران اور پنڈت منسوخ ہو چکے ہیں پنجتن پاک پر بھی ان کا ایک شعر ہے جو اس وقت یاد نہیں آتا حسن ابدال میں پنجہ شریف کی عمارت میں جو چشمہ قدرتی اُبل رہا ہے اور جس پر بڑی خوشنما عمارت کھڑی ہے وہ کس کا ہاتھ ہے اس کو پھر لیجھنا زندہ ہوں تو ۔۔
انشاء اللہ بتاؤں گا یداللہ فوق ایدیہم

اسلام کی ترویج میں فقراء کی سعی اور تعزیہ داری بس یہ دو عمل قوتیں تھیں اور مشہور تھا کہ ہندو تعزیہ دار تیسری پشت میں ضرور حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا

سوانح حیات حضرت زینبؑ

ابوسفیان نے تین پشت کی جدوجہد اور ہندہ جگر خوار کے ایڑی چوٹی کا زور لگانے پر جو ناقابل تسخیر قلعہ شام میں بنایا تھا اس کو خیبر کشا کی اسیر بیٹی نے اپنے زلزلہ فگن خطبات سے ڈھا دیا اور اینٹ سے اینٹ بجا دی یزیدیت کا پرچار کرنے والے وہاں کا ملبہ اب تک اٹھا رہے ہیں۔ صدیقہ طاہرہ کی قابل فخر بیٹی نے عورت ہو کر مظلومیت کو اتنا بلند کیا کہ اب تا قیامت ان کے خلاف ظالم سر نہیں اٹھا سکتا مصنف نے العبد الصالح کی اشاعت کے بعد ان کی مخدومہ بڑی بہن پر قلم اٹھایا اور جو سرمایہ عربی فارسی ترکی مقاتل اور تلمیذوں میں تھا اردو داں اس کے مطالعہ سے محروم تھے اگر آپ اس کی اشاعت چاہتے ہیں تو سوانح حضرت عباسؑ ننانوے سو جلدوں کے آرڈر دیکر ہم کو اس قابل کیجئے کہ یا علیؑ کہہ کر اس سے بڑا ذخیرہ شاہزادی کی ذات پر جلد پیش کریں اور وہ وقت آئے کہ اس کے مطالعہ سے آج کل کے بھائی بہنوں کو وفا اور محبت کا فراموش شدہ سبق یاد آ سکے تصنیف عرصے سے مکمل ہے اس ایک کتاب سے انشاء اللہ ماں کی عطوفت، بی بی کا زیور اطاعت، بہن کی چاہت، پھوپھی کی سرپرستی کی چلتی پھرتی تصویریں آپ دیکھ سکیں کاغذ کا قحط حدیث قرطاس یاد دلاتا ہے تمام سامان طباعت روز بروز گران ہو رہا ہے قیمت پیشگی طلب کرنا ہرگز مطلوب نہیں۔ دعائیں چاہتا ہوں کتاب زیر طبع ہے

شیر خدا کے شیر حضرت عباسؑ کی مکمل سوانح حیات

العبد الصالح

حضرت زبدۃ العلماء مدظلہ کا ذمہ دار قلم جن کے پچاس سے زائد تصانیف چھپ چکے ہیں اور عراق ایران بیرونی ممالک اسلام سے مقبولیت پر آوازیں بلند ہیں پیدائش سے لیکر شہادت

تک کے مکمل اور مستند حالات جس کی موجودگی آپ کو دوسری کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے یہ لازوال علمی خزانہ ہے جو کسی بینک میں نہ ملے گا۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصول ڈاک ۔

(۲)

الزہراؑ

خاتون جنان کی سیرت پر اردو زبان میں کثرت سے کام ہوا مگر خادم مخدوم برکت جس اسلوب سے اس کتاب میں ہوئی وہ اپنی نظیر آپ ہے اور علمی و ادبی حلقوں میں طے پا گیا ہے کہ یاد اسلاف اور خدمات کا احیاء جیسا اس کتاب میں ہوا ہے اس سے عصر حاضر کا باب ماضی یقیناً خالی تھا اس سبق آموز صحیفہ کا ہر مرد و عورت، لڑکے اور لڑکیوں کے پاس رہنا ضروری ہے آپ دیکھینگے کہ موتیوں سے تولنے کے قابل وہ وفادار کنیز جس نے فقر و فاقہ کے گھر میں مصیبت کی کٹھن راتیں بسر کیں اور سونا بنایا تو شاہ مرداں نے کیمیاگری کی دبی زبان تعریف کر کے وہ طلاء خالص زمین پر پٹک دیا

آپ مصنف کے تبحر علمی وسعت نظر تحقیق و تدقیق پر عش عش کرینگے کہ کس طرح باطل کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور سیرت میں تلخی پیدا کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیئے ہیں قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول ڈاک

(۳) سوانح حضرت قاسمؑ بحار الانوار کی چھ جلدوں کا مختصر خاکہ ۵۰ پیسے علاوہ محصول ڈاک

(۴) " شہزادہ علی اصغرؑ شش ماہہ طفل پر مکمل تاریخ دوسرا ایڈیشن دو روپے " "

(۵) " عون بن علیؑ کربلا کے سرفروش مجاہد کا حال طبع چہارم ایک روپیہ " "

(۶) " ہلال بن نافع طبع دوئم ایک روپیہ (۷) سوانح بریر ہمدانی طبع دوئم ۵۰ پیسہ "

(۸) " عابس شاکری کربلا کا نڈر مجاہد بہادری کی جیتی جاگتی تصویر ایک روپیہ " "

(۹) " حبیب بن مظاہر اسدیؑ تین بار چھپنے پر حیرتناک اضافہ دو روپیہ " "

(۱۰) " یزید بن زیاد کندی اور ریاست ذلیل کے ایک اسیر کی نئی زندگی طبع دوئم ۵۰ پیسہ " "

(۱۱) داڑھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ۲۵ پیسہ (۱۲) براق نبویؐ ۲۵ پیسہ " "

(۱۳) تسبیح فاطمہؑ دعاؤں کی شہرۂ آفاق کتاب جو تین دفعہ چھپی علماء کا کامیاب نمونہ نقلی کتابوں سے ہوشیار ۵۰ پیسے